ماہنامہ

اہل السنۃ

Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

April 2022

اپریل ۲۰۲۲ء

- نیکیوں کا موسمِ بہار
- علماء کرام سے تنفیر کا فتنہ اسباب وعلاج
- مسلم معاشرے میں سوشل میڈیا کے چند اہم نقصانات
- رمضان کے روزوں کی خاطر مانع حیض دوا کے استعمال کا حکم

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
123
نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

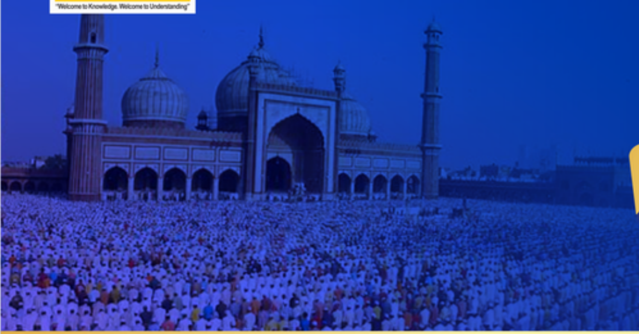

جمعۃ الوداع منانے کا حکم

دکتور فضل الرحمٰن مدنی رحمہ اللہ

سوال: آج کل رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع منانے کا بڑا رواج ہے، اس روز لوگ بڑے اہتمام سے دیہاتوں سے شہروں میں جمعۃ الوداع منانے کے لیے آتے ہیں، خطباء حضرات اپنے خطبوں میں ماہِ مبارک الوداع، ماہِ مبارک الوداع بڑے حزن وملال کے ساتھ کہتے اور رمضان کی روانگی پر روتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: میرے علم میں جمعۃ الوداع منانے، اس روز خصوصی طور سے دیہات سے شہر کی مسجدوں میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے آنے اور ماہ مبارک الوداع کہنے کا کوئی ثبوت نہیں، رمضان المبارک کا آخری عشرہ اس اعتبار سے بڑا اہم ہے کہ اس میں شب قدر ہے جس کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، اور اس عشرہ میں رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرماتے اور عبادت کے لیے کمر کس لیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے، اس واسطے ہم مسلمانوں کو ان شکلی ورواجی چیزوں میں پڑنے کے بجائے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادات میں صرف کرنا چاہیے، اور اس عشرہ کے فضائل وبرکات کو حاصل کرنے کے لیے بھرپور محنت اور کوشش کرنا چاہیے، رمضان کو تو جانا ہی جانا ہے، اس کی روانگی پر رونا بے سود ہے، اصل افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ مبارک مہینہ چلا جائے اور ہم اس کے فیوض وبرکات سے کما حقہ مستفید نہ ہوں، ایسا عظیم المرتبت اور رحمت ومغفرت کا مہینہ پاکر بھی اپنی مغفرت نہ کرالیں، اور اپنی جھولیوں کو نیکیوں سے نہ بھرلیں، مگر اس کا مداوا آخری جمعہ کو رو لینے اور ماہ مبارک الوداع کہنے سے نہ ہوگا، بلکہ عبادات میں محنت کرنے، بکثرت تلاوت کلام پاک، توبہ واستغفار، تسبیح وتہلیل، روزہ، اعتکاف اور صدقہ وخیرات وغیرہ کرنے سے ہوگا۔ (نعمۃ المنان مجموع فتاویٰ فضیلۃ الدکتور فضل الرحمٰن: جلد:۳، صفحہ:۲۱۸)

Ahlus Sunnah
Volume No.10, Issue No.123, April 2022

جلد: ۱۰
شمارہ: ۱۲۳

فی شمارہ Rs. 30/-
سالانہ Rs. 300/-

اپریل ۲۰۲۲ء

ماہنامہ

اهل السنة
Ahlus Sunnah

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفهم سلف الأمۃ

نیکیوں کا موسمِ بہار	رشید سمیع سلفی	05
تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (چوتھی قسط)	کفایت اللہ سنابلی	08
علماء کرام سے تنفیر کا فتنہ اسباب وعلاج (قسط ثانی)	عمر اثری عاشق علی اثری سنابلی	17
والدین کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں (قسط۲)	عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی	23
فرقہ ''سروریہ'': تعارف افکار ونظریات (تیسری اور آخری قسط)	مامون رشید ہارون رشید سلفی	29
مسلم معاشرے میں سوشل میڈیا کے چند اہم نقصانات (دوسری قسط)	فیاض مستقیم محمدی	36
اذان پر اجرت اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ کی تحقیق	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	42
رمضان کے روزوں کی خاطر مانع حیض دوا کے استعمال کا حکم	دکتور رفضل الرحمٰن مدنی رحمہ اللہ	49

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

نیکیوں کا موسمِ بہار

رشید سمیع سلفی

وقت کا پہیہ گھومتے ہوئے رمضان کی دہلیز تک آ پہنچا ہے، ایک بار پھر ہم پر قسمت مہربان ہو رہی ہے، یعنی رحمتوں کا موسم بہار اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہونے جا رہا ہے، یہ نیکیوں کی حسین رت اور رحمتوں کا بیش بہا خزانہ ہے، ہلالِ رمضان کو دیکھتے ہی روح ایک غیر معمولی کیف وسرور سے سرشار ہو جاتی ہے، ایک خوش گوار ترنگ پوری انسانی بستی پر وجد طاری کرنے لگتا ہے، جذبۂ خیر انگڑائی لیتا ہے، ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور گنہگاروں میں بھی شوق عبادت مچلنے لگتا ہے۔

کتاب وسنت میں اس ماہ کی غیر معمولی عظمت جس زور وتاکید کے ساتھ بیان ہوئی ہے وہ طبعیتوں کو مہمیز کرتی ہے، صرف ایک حدیث اس کی خوبیوں کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے، ارشاد رسول ﷺ ہے:

قَالَ اللّٰہ: ''كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہ کرنی چاہیے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔ [بخاری: ١٩٠٤]

اہلِ ایمان کے لیے یہ مہینہ بخشش، نجات اور مغفرت کے سینکڑوں مواقع لے کر آتا ہے، عبادت، تلاوت، توبہ، استغفار اور تزکیہ جیسے اعمال خیر سے زندگی سنور جاتی ہے، بہت ہی گیا گزرا ہے وہ مسلمان جوان مواقع کو غفلتوں کی نذر

کر دیتا ہے، جس کے سینے میں ایمان کی شمع فروزاں ہوگی وہ اپنی دنیاوی مصروفیات سے کنارہ کش ہوکر ماہ رمضان کی سعادتوں کے حصول میں صبح وشام کھپا دے گا، کیونکہ رمضان دودھاری تلوار ہے، اگرانسان کامیابی سے ہمکنار ہوا تو فبہا وگرنہ بخت کی کالک سے وہ بچ نہیں سکتا، مشہور حدیث ہے، ''**رَغِمَ أنفُ امرءٍ أدرک رمضانَ فلم یُغفرُ له**'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو رمضان کو پائے اور مغفرت کا سامان نہ کر سکے، اس کی ناک خاک آلود ہو'' [فضل الصلاۃ للالبانی: ۱۵، صحیح بشواھدہ]

ایمان کا تقاضا ہے کہ اس ماہ کی آمد پر خوشی ومسرت کا اظہار ہو، رمضان کی پابندیاں سعادت محسوس ہوں نہ کہ رمضان کو بوجھ اور وبالِ جان تصور کیا جائے، اس کی آمد پر مسرت اور اس کے رخصت ہونے پر رنج وغم کی کیفیت سے دل رنجور ہو، وہ خوشی ہمارے نقل وحرکت سے ظاہر ہو، ہماری چلت پھرت میں نظر آئے، ہمارے رکھ رکھاؤ سے پھوٹتی محسوس ہو، تب سمجھا جائے گا کہ ہم نے رمضان کو نعمت خیال کیا ہے زحمت نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو تقویٰ کا محرک قرار دیا ہے، **لعلکم تتقون**، دراصل ایک مسلمان کی دینی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تقویٰ ہے، وہ تقویٰ اگر ہماری زندگیوں سے ناپید ہے تو اس کی بازیابی کا سنہرا موقع رمضان ہمیں فراہم کرتا ہے، تقویٰ ہی ہماری سب سے بڑی کمائی ہے، یہ ایک انمول یافت ہے، کیونکہ رمضان کا حوالہ ایک مسلمان کو دینی اعتبار سے متحرک کرتا ہے، رمضان کے رخصت ہونے کے بعد یہی تقویٰ اس میں زور مارتا ہے اور وہ خیر ونیکی کے کاموں کی طرف لپکتا ہے، ایسا نہ ہو کہ رمضان میں ہمارا دینی انہماک ایک وقتی جوش ہو، پانی کا عارضی بلبلہ ہو، ماحول کے زیر اثر ہم نے ظاہری دینداری کا لباس اوڑھ لیا ہو، پھر یہ دینی فیشن ہلال عید کو دیکھ کر جہاں سے آیا ہوا تھا وہیں پر لوٹ جائے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

تیس دن کے لیے ترکِ مے وساقی کر لوں　　　واعظِ سادہ کو روزوں میں تو راضی کر لوں

رمضان دراصل ہماری زنگ آلود دینی زندگی کو صیقل کرنے آتا ہے، ہماری رفتار وکردار کو بدلنے آتا ہے، ہمارے قوائے عمل پر پڑے ماہ وسال کے گرد کو اڑا کر تازہ دم کر دیتا ہے، دھیرے دھیرے جمود وتعطل کی سل ٹوٹتی اور جذبۂ عمل بیدار ہوتا ہے، کتنی زندگیاں ہیں جنہیں رمضان خوشگوار انقلاب سے ہمکنار کرتا ہے، کتنے بھٹکے ہوئے آہوؤں کو رمضان کی برکت سے سوئے حرم جانا نصیب ہوتا ہے۔

خوش نصیب ہے وہ مسلمان جسے یہ ماہِ مبارک میسر آیا ہے، کتنے ایسے ہیں جو گزشتہ سال رمضان کے لیے عازمِ استقبال تھے لیکن آج وہ اپنی قبروں میں محوِ خواب ہیں، یہ رمضان ان کے مقدر میں نہیں تھا، اس لیے ہر رمضان کو اپنی

زندگی کا آخری رمضان خیال کر کے اس کی عبادتوں کو بجالایا جائے، یہ تصور ہی انسان میں شوق اور وارفتگی کو بڑھا بڑھا دیتا ہے کہ ممکن ہے اگلا رمضان ہمارے مقدر میں نہ ہو، اللہ کے نبی ﷺ نے ایک صحابیِ رسول کو نصیحت فرمائی کہ: صــل صــلاۃ مودع. ''اپنی ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز تصور کر کے پڑھو''، (صحیح ابن ماجہ) جب کوئی نماز کو زندگی کی آخری نماز خیال کر کے پڑھے گا تو وہ نماز کیسی ہوگی؟ اس میں خشوع وخضوع کس اعلیٰ درجے کا ہوگا؟ توجہ الی اللہ کی کیفیت کیا ہوگی؟ قلب وروح میں کتنی تڑپ اور لجاجت ہوگی؟ ظاہر سی بات ہے وہ اس نماز میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گا، بعینہٖ جب رمضان کو زندگی کا آخری رمضان مان کر عبادت کی جائے گی تو بندہ رمضان پر قربان ہوجانا چاہے گا، وہ رجوع الی اللہ کی انتہاؤں تک پہنچنے کی کوشش کرے گا، اس کی عظیم مثالیں ہمیں سلف کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں، وہ پورے سال رمضان سے وابستہ ہوکر زندگی گزارتے تھے، رمضان کے بعد چھ ماہ تک رمضان کی عبادات کی قبولیت کے لیے دعائیں کرتے اور رمضان سے پہلے چھ ماہ تک اس کی آمد واستقبال کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔

رمضان کھانے پینے یا انواع واقسام کی ڈشوں سے لطف اندوز ہونے کا مہینہ نہیں ہے، یہ عبادت وبندگی کی لذتوں میں ڈوبنے اور ابھرنے کے لیے ہے، تلاوت واذکار کے ذریعہ روح کو قربِ الٰہی کی چاشنی سے شادکام کرنے کا موقع ہے، افسوس ان دنیا پرست لوگوں پر جو پورے رمضان صرف مختلف ڈشوں اور پکوانوں کا لطف اٹھاتے ہوئے گزارتے ہیں، افطار کے ساتھ کھانے پینے کا جو سلسلہ چلتا ہے تو پوری رات جاری وساری رہتا ہے، کہیں سیخ اور کباب سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے، کسی کی بریانی بہت مزہ دیتی ہے، کسی فالودہ کی دکان پر خلق کا ہجوم ہوتا ہے، کہیں کسی اور پکوان کے لیے عازمِ سفر ہوتا ہے، سچ کہوں تو رمضان بھوک پیاس نہیں بلکہ لذت کام ودہن کا مہینہ بن گیا ہے، دنیا جہان کی اشیاء دسترخوان پر جمع کرلی جاتی ہیں جو افطار کے بعد زیادہ تر کچرے کے ڈبے میں جاتی ہیں یا تشنہ کامان ضرورت کے گھروں میں پہنچا کر ثوابِ دارین کی امید کی جاتی ہے۔

رمضان کا مہینہ بھوک پیاس کی شدتوں کے ذریعے مومن کو انسانیت کے دکھوں سے قریب کرتا ہے، غریبوں کی نارسائیوں کا ادراک کرایا جاتا ہے، تاکہ رحم ومروت کے جذبات پروان چڑھیں، ایثار وہمدردی کی خو امراء میں بیدار ہو، رمضان کا یہ فلسفہ جو سمجھ جاتا ہے وہ بھوکوں کی دادرسی کا خوگر ہوجاتا ہے، وہ مجبوروں کا غم کھاتا ہے، جب کوئی عام دنوں میں اپنی بھوک کی فریاد کرتا ہے تو رمضان کی بھوک یاد آتی ہے، وہ اس کی حالت پر تڑپ اٹھتا ہے، وہ اس کو کھلانے اور اس کی تکلیف دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، یہ اعلیٰ مقصد بھی رمضان کی ترجیحات میں شامل ہے۔

بقیہ صفحہ ۵۰ پر۔۔۔۔

(چوتھی قسط)

تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

کفایت اللہ سنابلی

پہلا جواب: (مرفوع اور موقوف کا فرق)

صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث مرفوع روایت ہے جس میں عہد رسالت میں تین طلاق کو ایک قرار دینے کی بات منقول ہے، جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگردوں کی روایات میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ذکر ہے نہ کی مرفوع روایت۔

ابوالفیض الغُمَارِی (المتوفی ۱۳۸۰) لکھتے ہیں:

"هؤلاء الذين ذكرهم ابن رشد لم يرووا عن ابن عباس حديثًا مرفوعًا يخالف ما رواه عنه طاؤس، إنما رووا فتواه بذلك، ولا مُعارضة بين رواية الراوی ورأيه كما هو معلوم"

"ابن رشد نے جن شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے ان لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی مرفوع حدیث روایت نہیں کی ہے، جو طاؤس کی روایت کے خلاف ہو، بلکہ ان لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کیا ہے اور راوی کی روایت اور اس کے فتویٰ میں کوئی تعارض نہیں ہوتا ہے جیسا کہ معلوم ہے" [الهداية فی تخريج أحاديث البداية:١٤/٧]

بطور مثال عرض ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد سالم کی یہ ایک روایت دیکھیے، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

"عن معمر عن الزهری عن سالم عن بن عمر :"قال من طلق امرأته ثلاثا طلقت وعصی ربه"

"ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: "جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا اس کی طلاق ہو جائے گی اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی" [مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمی:٣٩٥/٦،وإسناده صحيح]

اس روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ان کے شاگرد سالم نے یہ فتویٰ نقل کیا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی۔

لیکن دوسری طرف ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دسیوں شاگردوں نے ان سے مرفوعاً یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تھا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیوی واپس لینے کا حکم دیا پھر انہیں طلاق دینے کا صحیح طریقہ بتایا۔ بلکہ خود سالم نے بھی ان سے یہ مرفوع روایت بیان کر رکھی ہے، یہ مرفوع روایت بشمول سالم ابن عمر

کے درج ذیل شاگردوں نے بیان کی ہے:

① نافع مولیٰ ابن عمر(صحیح البخاری:۷/۴۱رقم(۵۲۵۱)

② سالم بن عبداللہ(صحیح البخاری:۶/۱۵۵رقم(۴۹۰۸)

③ یونس بن جبیر(صحیح البخاری:۷/۵۹رقم(۵۳۳۳)

④ انس بن سیرین(صحیح مسلم:۲/۱۰۹۷رقم(۱۴۷۱)

⑤ عبداللہ بن دینار(صحیح مسلم:۲/۱۰۹۵رقم(۱۴۷۱)

⑥ طاؤس بن کیسان(صحیح مسلم:۲/۱۰۹۷رقم(۱۴۷۱)

⑦ مغیرۃ بن یونس(شرح معانی الآ ثار:۳/۵۳رقم ۴۴۶۴ واسنادہ حسن)

⑧ میمون بن مھران(السنن الکبریٰ للبیہقی،ط الہند:۷/۳۲۶واسنادہ صحیح)

⑨ شقیق بن سلمۃ أبووائل(مصنف ابن أبی شیبۃ ۔سلفیۃ:۵/۳واسنادہ صحیح)

⑩ محمد بن مسلم ابوالزبیر(مصنف عبدالرزاق:۶/۳۰۹رقم:۱۰۹۶۰واسنادہ صحیح)

(۱۱) سعید بن جبیر(صحیح ابن حبان:۱۰/۸۱رقم:۴۲۶۴ واِسنادہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

اب فریق مخالف کے اصول سے یہاں سالم کی اس روایت کوشاذ کہنا چاہیے جس میں انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے تین طلاق کوایک قرار دینے کا فتویٰ نقل کیا ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دیگر دسیوں شاگردوں نے ان سے واقعہ طلاق حیض والی مرفوعاً روایت بیان کی ہے، بلکہ خود سالم نے بھی یہ مرفوع روایت بیان کررکھی ہے اس لیے اس معاملہ میں تو بدرجۂ اولیٰ سالم کی اس روایت کوشاذ کہنا چاہیے جس میں انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ نقل کیا ہے۔

لیکن فریق مخالف یہاں ایسا نہیں کرتے بلکہ سالم کی نقل کردہ موقوف روایت کوالگ مانتے ہیں اور دیگر شاگردوں کی نقل کردہ مرفوع روایت کوالگ مانتے ہیں۔

ہم بھی یہاں پر یہی بات کہتے ہی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طاؤس کی نقل کردہ مرفوع روایت الگ ہے، اور دیگر شاگردوں کی نقل کردہ موقوف روایت الگ ہے۔اس لیے ایک کولے کر دوسرے پر شذوذ کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا جواب : (الگ الگ دور کا فرق)

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت میں عہد فاروقی کے ابتدائی دوسال سے پہلے کا معاملہ ذکر ہے،جبکہ اس کے برخلاف

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جو دیگر فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ فتاویٰ اس دور سے پہلے کے ہیں بلکہ یہ سارے فتاویٰ عہد فاروقی کے ابتدائی دوسال کے بعد کے ہیں جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسا قانون بنادیا تھا، جیسا کہ اس کی وضاحت خود ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کردی ہے۔

لہٰذا دوسری روایات دوسرے دور سے متعلق ہیں لہٰذا ان کا معارضہ پہلے دور سے متعلق روایت کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

❁ تیسرا جواب : (الگ الگ واقعات کا فرق)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگردوں کی روایات میں سے ہر روایت میں الگ الگ واقعہ سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ منقول ہے، پھر انصاف سے بتلائے کہ ان دیگر شاگردوں کے نقل کردہ الگ الگ واقعہ کا صحیح مسلم کی مذکورہ روایت سے کیا تعلق ہے کہ اس پر شذوذ کا اعتراض کیا جائے؟

اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طاؤس کی روایت، اور دیگر شاگردوں کی روایت میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہوتا، اور دونوں کا مجموعی متن ایک ہی بات سے تعلق رکھتا، تو پھر تمام شاگردوں کی روایات کا موازنہ کرکے شذوذ کی بات کہنے کی گنجائش تھی۔

لیکن یہاں ایسا قطعاً نہیں ہے بلکہ امام طاؤس کی روایت میں عہد فاروقی کے ابتدائی دوسال سے پہلے اور عہد صدیقی میں اور اس سے پہلے عہد رسالت میں یعنی مرفوعاً تین طلاق کو ایک ماننے کا ذکر ہے، جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگردوں نے ان سے جو روایت بیان کی ہے اس میں اس دور کے بعد یعنی عہد فاروقی کے ابتدائی دوسال کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے موقوفاً تین طلاق کو ایک قرار دینے کا فتویٰ منقول ہے وہ بھی ان کے سامنے پیش کیے گئے الگ الگ واقعات سے متعلق۔ یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، اور الگ الگ زمانے سے متعلق ہیں لہٰذا جب یہ دو الگ مستقل روایات ہیں تو ایک کو لے کر دوسرے پر شذوذ کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

❁ چوتھا جواب : (امام طاؤس کی متابعات)

علاوہ بریں اس روایت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں امام طاؤس منفرد بھی نہیں ہیں بلکہ ان کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگردوں سے ان کی متابعت بھی ہوتی ہے۔ مثلاً:

❁ پہلی متابعت: از عکرمہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

حدثنا سعد بن إبراهيم ، حدثنا أبي ، عن محمد بن إسحاق ، حدثني داؤد بن الحصين ، عن

عكرمة ، مولى ابن عباس ، عن ابن عباس ، قال :"طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بني المطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد ، فحزن عليها حزنا شديدا ، قال :فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم: كيف طلقتها ؟ قال: طلقتها ثلاثا ، قال :فقال :في مجلس واحد ؟ قال:نعم قال: فإنما تلك واحدة فأرجعها إن شئت قال :فرجعها فكان ابن عباس : يرى أنما الطلاق عند كل طهر "

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دی، پھر اس پر انہیں شدید رنج لاحق ہوا، تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا: میں نے تین طلاق دے دی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا: کیا ایک ہی مجلس میں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر یہ ایک ہی طلاق ہے تم چاہو تو اپنی بیوی کو واپس لے لو، چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو واپس لے لیا۔ اس حدیث کی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ طلاق الگ الگ طہر میں ہی معتبر ہوگی" [مسند أحمد ط الميمنية: ١/ ٢٦٥ رقم: ٢٣٨٧ وإسناده صحيح]

اس حدیث کی استنادی حالت پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

۞ دوسری متابعت :از ابن ابی ملیکہ:

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵) نے کہا:

نا أبو بكر النيسابوري ،نا يزيد بن سنان ،نا أبو عاصم ،عن عبد الله بن المؤمل ،عن ابن أبي مليكة، قال أبو الجوزاء لابن عباس:" أتعلم أن الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم كن يرددن إلى الواحدة ،وصدرا من إمارة عمر؟،قال:نعم"

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ابوالجوزاء ابن عباس رضی للہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: "کیا آپ کو علم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں تین طلاق ایک ہی طلاق کی طرف پلٹا دی جاتی تھی؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!" [سنن الدارقطني، ت الارنؤوط:٥/٤ ١٠، وأخرجه أيضا الحاكم في المستدرك :٢/ ١٩٦ من طريق أبي عاصم به وقال رحمه الله هذا حديث صحيح الإسناد]

امام حاکم نے اسے روایت کرنے کے بعد کہا: "**هذا حديث صحيح الإسناد**" "یہ حدیث صحیح الاسناد ہے" [المستدرك للحاكم، ط الهند:٢/ ١٩٦]

عبداللہ بن المؤمل مختلف فیہ راوی ہے۔ کئی ائمہ نے اس پر جرح کی ہے لیکن بعض نے اس کی توثیق بھی کی ہے مثلاً:

۞ امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۰) نے کہا:

’’كان ثقة قليل الحديث ‘‘، ’’یہ ثقہ اور قلیل الحدیث تھے‘‘[الطبقات الكبرىٰ ط دار صادر:٥/٤٩٤]

۞ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳) نے کہا:

’’صالح الحديث ‘‘، ’’یہ صالح الحدیث ہے‘‘[تاريخ ابن معين، رواية الدوری:٣/٧٣]

۞ امام محمد بن عبداللہ بن نمیر (المتوفی ۲۳۴) سے منقول ہے:

’’عبد اللّٰه بن المؤمل ثقة ‘‘، ’’عبداللہ بن مؤمل ثقہ ہے‘‘[تهذيب التهذيب لابن حجر، ط الهند:٦/٤٦]

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

’’مقارب الحديث ‘‘، ’’یہ مقارب الحدیث ہے‘‘[العلل الكبير للترمذی:ص:٣٩١]

۞ امام ابن شاہین رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵) نے کہا:

’’عبد اللّٰه بن المؤمل المخزومی صالح ‘‘ ، ’’عبداللہ بن المؤمل المخزومی صالح ہے‘‘[الثقات لابن شاهين :ص:١٣١]

۞ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳) نے کہا:

’’وما علمنا له خربة تسقط عدالته‘‘ ، ’’ہمیں اس کی ایسی کوئی بات نہیں ملی جو اس کی عدالت کو ساقط کردے‘‘[التمهيد لابن عبد البر:٢/١٠٢]

ان ائمہ کے اقوال سے پتہ چلا کہ یہ راوی عادل اور سچا ہے صرف حافظہ کے لحاظ سے اس پر جرح ہے، یہی خلاصہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ کہا:

’’وعبد اللّٰه بن المؤمل لم يطعن عليه أحد إلا من سوء حفظه ‘‘

’’عبداللہ بن مؤمل پر سوءِ حفظ کے علاوہ کسی نے بھی کوئی اور جرح نہیں کی ہے‘‘[الاستذكار لابن عبدالبر :٤/٢٢٣]

لہٰذا یہ راوی جب عادل وسچا ہے اور اس کی روایت ساقط نہیں ہے تو اس کی اپنے استاذ ابن ملیکہ کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ امام طاؤس نے بھی یہ روایت ایسے ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے البتہ امام طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے والے کا نام ابوالصہباء ذکر کیا ہے جبکہ عبداللہ بن مؤمل نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے سائل کا نام ابوالجوزاء بتایا ہے تو عبداللہ بن مؤمل کی غلطی ہے جو ان کے سوء حفظ کا نتیجہ ہے اس کے علاوہ باقی ان کی پوری روایت صحیح ہے۔

ابوالفیض الغُمارِی (المتوفی ۱۳۸۰) لکھتے ہیں:

”فغايته أن يكون وهم في قوله:أبو الجوزاء هو السائل لابن عباس، وإنما هو الصهباء كما سبق في حديث طاؤس، ويبقى أصل الحديث ثابتًا من رواية ابن أبي مليكة عن ابن عباس أيضًا“

”تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبداللہ بن المؤمل کو یہ بیان کرنے میں وہم ہوا کہ ابوالجوزاء نے یہ سوال کیا تھا، جبکہ سائل ابوالصھباء تھے جیسا کہ طاؤس کی روایت میں ہے، اس بات کو چھوڑ کر باقی اصل حدیث، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن ابی ملیکہ کے واسطے سے بھی ثابت ہے“ [الهداية في تخريج أحاديث البداية:۱۳/۷]

نوٹ:

آگے ہم ایسی متابعات پیش کررہے ہیں جن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ ہے مرفوع روایت نہیں ہے، لیکن انہیں ہم الزاماً پیش کررہے ہیں کیونکہ فریق مخالف نے طاؤس پر تفرد کا اعتراض اسی بنیاد پر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگردوں نے ان سے تین طلاق کے وقوع کا فتویٰ نقل کیا ہے، لہٰذا اس کے جواب میں یہ کہنا بجا ہے کہ ابن عباس کے ان شاگردوں کے تین طلاق کے ایک ہونے کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

❁ تیسری متابعت :از مجاھد

اوپر ابن عباس کے شاگرد مجاہد کی جو روایت ہے، اس میں معنوی طور پر یہ بھی موجود ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تین طلاق کے ایک ہونے کا فتویٰ بھی دیتے تھے کیونکہ اس میں امام مجاہد نے جو یہ کہا کہ:

”فسكت حتى ظننت أنه رادها إليه“

”ابن عباس رضی اللہ عنہ خاموش رہے یہاں تک مجھے ایسا لگا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیں گے“

[سنن أبي داؤد :۲/ ۲۶۰، رقم: ۲۱۹۷ وإسناده صحيح]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کے بارے میں یہ فتویٰ بھی تھا کہ وہ اسے ایک شمار کرتے تھے اور ایسی طلاق دینے والے پر اس کی بیوی واپس کرتے تھے۔ کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوتا تو امام مجاہد رحمہ اللہ ان کی خاموشی پر ایسا گمان نہیں کرسکتے تھے۔

علامہ معلمی رحمہ اللہ کی کتاب ”الحکم المشروع“ کے محقق لکھتے ہیں:

”إنما ظن مجاهد أن يرد ابن عباس الثلاث إلى واحدة لما يعلمه من مذهب ابن عباس“

”مجاہد رحمہ اللہ نے جو یہ گمان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیں گے، وہ اس لیے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بھی ہے“ [الحكم المشروع في الطلاق المجموع:ص :۴۳ حاشيه :۳]

❁ چوتھی متابعت :از عمرو بن دینار

امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۸) نے بھی روایت کرتے ہوئے کہا:

أخبرنا عبد الرزاق، حدثنا ابن جريج أخبرنى الحسن بن مسلم، عن ابن شهاب، عن ابن عباس أنه قال:"التى لم يدخل بها إذا جمع الثلاث عليها وقعن عليها. قال الحسن: فذكرت ذلك لطاؤس فقال: أشهد أنى سمعت ابن عباس يجعلها واحدة قال: وقال عمرو :واحدة وإن جمعهن "

حسن بن مسلم کہتے ہیں ابن شہاب زہری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: ''غیر مدخولہ کو جب ایک ہی جملے میں (اس کا شوہر) تین طلاق دے دے تو یہ تینوں طلاقیں اس پر واقع ہو جائیں گی، حسن بن مسلم کہتے ہیں کہ: پھر میں نے اس بات کا تذکرہ طاؤس سے کیا تو انہوں نے کہا: میں گواہ ہوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ایسی تین طلاق کو صرف ایک ہی مانتے تھے، اور عمرو نے (ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے) کہا: کہ گرچہ ایک جملے میں تین طلاق دے، یہ ایک ہی شمار ہوگی'' [مسند إسحاق بن راهويه، ط دار التاصيل: ص: ٤٧٤ رقم: ٢٤٧٨، وإسناده صحيح، وعنده قال عمر، والصواب قال عمرو كما فى المطالب العالية: ٤٢٣/٨]

اس روایت کے اخیر بعد امام اسحاق نے کہا ہے:

وقال عمرو :"واحدة وإن جمعهن "

اور عمرو نے کہا: ''یہ ایک ہی شمار ہوگی، گرچہ ایک جملے میں تین طلاق دے''

یہاں عمرو سے مراد عمرو بن دینار ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، اور یہاں اس بات کو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے نقل کیا ہے، اسی لیے امام اسحاق بن راھویہ نے اسے مسند ابن عباس میں ذکر کیا ہے، ورنہ یہ عمرو بن دینار کا محض خود کا قول ہوتا تو یہاں مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ میں اس کے ذکر کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

چونکہ امام اسحاق بن راھویہ نے اس سے پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طاؤس کے الفاظ نقل کئے ہیں، تو اس کے بعد امام اسحاق بن راھویہ نے بطور فائدہ یہ بھی بتا دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد عمرو بن دینار نے بھی ابن عباس سے یہ بات اور واضح انداز میں نقل کر رکھی ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ پھر امام اسحاق بن راھویہ کی عمرو بن دینار تک اپنی سند کہاں ہے؟ تو عرض ہے کہ امام اسحاق بن راھویہ نے عمرو بن دینار کا یہ قول ماقبل کی سند (**أخبرنا عبد الرزاق، حدثنا ابن جريج أخبرنى**) سے ہی نقل کیا

ہے۔ کیونکہ ابن جریج یہ عمرو بن دینار کے شاگرد ہیں۔

اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے جہاں تین طلاق کو ایک کہنے سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ساری روایات کا ذکر ہے۔

ابوالفیض الغُمارِی (المتوفی ۱۳۸۰) لکھتے ہیں:

"وقد نقل هذا أيضًا عن ابن عباس من رواية عمرو بن دينار"

"اور تین طلاق کے ایک ہونے کا فتویٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عمرو بن دینار نے بھی نقل کیا ہے"[الهداية فی تخريج أحاديث البداية :۱۵/۷]

۞ پانچویں متابعت :از عکرمہ

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸) نے کہا:

قد روى يوسف بن يعقوب القاضی، عن سليمان بن حرب، عن حماد بن زيد، عن أيوب، عن عكرمة، أنه قال:"شهدت ابن عباس جمع بين رجل وامرأته طلقها ثلاثا، أتی برجل قال لامرأته:أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق فجعلها واحدة، وأتی برجل قال: لامرأته أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ففرق بينهما "

عکرمہ کہتے ہیں: "کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، انہوں نے ایک آدمی اور اس کی بیوی کو ملا دیا اس آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی، چنانچہ ایک ایسا شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا جس نے اپنی بیوی کو کہا تھا: تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طلاق کو ایک قرار دیا۔ اور ایک دوسرا شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا جس نے اپنی بیوی کو کہا تھا: تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تجھ کو طلاق ہے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے درمیان جدائی کروادی"[معرفة السنن والآثار : ۴۰/۱۱،وإسناده صحيح يوسف بن يعقوب صاحب كتاب]

۞ چھٹی متابعت: از ابوعیاض

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

عن ابن جريج قال:أخبرنی داؤد بن أبی هند، عن يزيد بن أبی مريم، عن أبی عياض، أن ابن عباس قال:"الثلاث والواحدة فی التی لم يدخل بها سواء "

ابوعیاض العنسی کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''غیر مدخولہ کو تین طلاق اور ایک طلاق دینا، دونوں برابر ہے''

[مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمی: ۳۳۵/٦، وإسناده صحيح ومن طريق عبدالرزاق أخرجه إسحاق بن راهويه في مسنده رقم:۲٤٧٩، وانظر :المطالب العالية:۱۰٥/۲]

ایک اور متابعت :

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

عن ابن جريج، عن عطاء قال:''إذا طلقت امرأة ثلاثا، ولم تجمع فإنما هی واحدة، بلغنی ذلک عن ابن عباس''

امام عطاء کہتے ہیں: ''کہ اگر کسی نے بیوی کو تین طلاق دیا اور الگ الگ جملوں میں دیا تو وہ ایک ہی طلاق شمار ہوگی، ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ مجھ تک پہنچا ہے'' [مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمی:۳۳٥/٦]

یہ روایت بلاغا ہے یعنی امام عطاء نے یہ صراحت نہیں کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کس شاگرد نے ان سے یہ روایت بیان کی ہے۔

معلوم ہوا کہ طاؤس کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگردوں نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تین طلاق کے ایک ہونے کی بات نقل کی ہے، لہٰذا امام طاؤس پر تفرد کا الزام غلط و بے بنیاد ہے۔

پانچواں جواب: (صحیح مسلم کی احادیث کا محفوظ ہونا)

امام مسلم رحمہ اللہ کا اس حدیث کو صحیح مسلم میں اصولی طور پر درج کرنا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ حدیث شذوذ سے پاک ہے، کیونکہ امام مسلم کی یہ شرط ہے کہ وہ اپنی اس کتاب میں اصولی طور پر انہی احادیث کو درج کریں گے جو صحیح ہوں اور ان میں شذوذ اور علت نہ ہو۔

امام ابن الصلاح (المتوفی ٦۴۳) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شرط مسلم في صحيحه أن يكون الحديث متصل الإسناد بنقل الثقة عن الثقة من أوله إلى منتهاه سالما من الشذوذ ومن العلة''

''امام مسلم کی اپنی کتاب صحیح میں یہ شرط ہے کہ اس کی سند متصل ہو اور تمام راوی از اول تا اخیر ثقہ ہوں اور حدیث شذوذ اور علت سے پاک ہو'' [صيانة صحيح مسلم :ص:۷۲]

لہٰذا اس شرط کے مطابق صحیح مسلم کی زیرِ بحث حدیث شذوذ اور علت سے پاک ہے۔

(قسط ثانی)

علماء کرام سے تنفیر کا فتنہ: اسباب وعلاج

عمر اثری عاشق علی اثری سنابلی

ان حالات کے اسباب:

ان حالات کے اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں، ان میں سے چند اہم اسباب کو میں قلمبند کرنے کی کوشش کرتا ہوں:

(۱) علماء سو کی بدکرداریاں: علماء سوء کی وجہ سے عوام نے علماء سے دوری بنانا شروع کر دیا اور یہ سمجھ لیا کہ علماء تمام کے تمام بدکردار اور برے ہی ہوتے ہیں۔ یہی سوچ علماء سے تنفر کے پیچھے کارفرما ہے۔

(۲) علماء اور عوام کے درمیان دوری: اعدائے اسلام کی سازشوں اور کچھ نام نہاد مسلمانوں کی بنا پر عوام نے علماء سے دوری اختیار کر لی اور علماء نے بھی عوام سے ربط وتعلق کی کوشش نہیں کی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ علماء عوام سے قربت کے ذرائع اختیار کرتے، لیکن بجز کچھ علماء کے اکثریت نے کوئی مناسب ذریعہ اور وسیلہ اختیار نہیں کیا اور آج حالت یہ ہوگئی ہے کہ فیس بک اور واٹس ایپ کے دلدادہ علماء کے پاس عوام کے لیے وقت ہی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ نوجوانانِ ملتِ اسلامیہ کی ذہن سازی علمائے حق کی بجائے اہل مغرب اور مغربی تہذیب کے مقلد افراد کر رہے ہیں۔

(۳) سوشل میڈیا: ستم ظریفی یہ ہے کے عوام کے پاس ایک تو علمِ دین کی کمی ہے، دوسرے جو کچھ ہے وہ بھی سوشل میڈیا کی دین ہے جو بدعات وخرافات، سازشوں اور غلط فہمیوں کی ملاوٹ کا شکار ہے۔ اس کی وجہ اور سبب کافی حد تک خود علماء کا رویہ ہے۔ انہوں نے عوام کی تربیت اور ذہن سازی پر دھیان دینا ترک کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے سوشل میڈیا ہی کو حصولِ علمِ دین کا ذریعہ بنا لیا اور مساجد ومدارس سے تعلق ختم کر لیا اور سوشل میڈیا سے رطب ویابس ہر چیز علمِ دین کے نام پر حاصل کرنا شروع کر دیا۔

(۴) حصول علم میں احتیاط نہ کرنا: اگر بچوں کا کسی اسکول میں داخلہ کرانا ہو تو اس کی خوب جانچ پڑتال کی جاتی ہے تاکہ بچوں کا مستقبل تابناک ہو سکے۔ اسی طرح علاج کرانے کے لیے اچھے سے اچھے ڈاکٹر کا انتخاب کیا جاتا ہے اور نیم حکیم خطرہ جان کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے جھولا چھاپ ڈاکٹروں سے اجتناب کیا جاتا ہے تاکہ علاج صحیح ڈھنگ سے ہو سکے اور نقصان کے بجائے فائدہ ہو۔ لیکن بیچارہ دین اتنا ارزاں اور حقیر ہو گیا ہے کہ لوگ دین کا علم کسی سے بھی حاصل کر لیتے ہیں اور آج یہی ہو رہا ہے، لہٰذا امتِ مسلمہ حصولِ علمِ دین کے سلسلے میں احتیاط کو پرے رکھتے ہوئے ہر کس وناکس سے دین کا علم حاصل کر رہی ہے۔ اور جب ہر کس وناکس سے علم دین کا حصول ہوگا تو ظاہر سی بات ہے

فسادو بگاڑ اس امت کا مقدر بن جائے گا۔ چنانچہ علم دین کسی سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے اور حق جہاں سے ملے لے لینا چاہیے اسی طرح جو حق ہو اسے لے لو باقی کو چھوڑ دو جیسے پرفریب نعرے آج امت مسلمہ خصوصاً نو جوانان ملت کے خاصے بن چکے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ نہیں رہا ہے۔ چنانچہ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ"

ترجمہ: "یہ علم، دین ہے، لہٰذا دیکھ لو کہ تم کن لوگوں سے اپنا دین اخذ کرتے ہو" [مقدمه صحيح مسلم]

اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ هُوَ لَحْمُكَ وَدَمُكَ، وَعَنْهُ تُسْأَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَانْظُرْ عَنْ مَنْ تَأْخُذُهُ"

ترجمہ: "یہ علم تمہارا گوشت اور خون ہے، اس کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا، لہٰذا دیکھ لیا کرو کہ اسے کس سے حاصل کر رہے ہو"؟ [مؤطا امام مالك بتحقيق الاعظمى: ۲۵/۱، المحدث الفاصل لرامهرمزى: ٤١٦]

بلکہ ہمارے اسلاف حصول علم دین میں احتیاط نہ کرنے کی بنا پر ہاتھ تک اٹھا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"رَأَى ابْنَهُ عِنْدَ قَاصٍّ، فَلَمَّا رَجَعَ اتَّزَرَ وَأَخَذَ السَّوْطَ وَقَالَ: أَمَعَ الْعَمَالِقَةِ !هَذَا قَرْنٌ قَدْ طَلَعَ"

ترجمہ: "انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک قصہ گو کے پاس دیکھا۔ جب وہ گھر لوٹے تو ازار باندھا اور کوڑا لے کر اپنے بیٹے کو یہ کہ کر پیٹنے لگے کہ کیا عمالقہ کے ساتھ بیٹھتے ہو، یہ ایجاد کردہ بدعت ہے" [مصنف ابن ابى شيبه: ۳۶۲/۱۳، ح: ۲٦٧٢١]

ذرا سوچیں اور غور و فکر کرنے کے بعد اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا یہ زمانہ خیر القرون سے بہتر ہے؟ یا من جملہ اس زمانے کے لوگ خیر القرون کے لوگوں سے بہتر ہیں؟ اگر اس کا جواب آپ کو نفی میں ملے اور حقیقت ایسی ہی ہے تو اللہ کے واسطے اسلاف کے طریقہ اور منہج پر چلیں اور ہر کس و ناکس سے علم دین کے حصول سے بچتے ہوئے صرف ان لوگوں سے علم دین حاصل کریں جن کے علم کی گواہی اور جن کا تزکیہ علماء حق نے کیا ہو۔ یہی تعلیم عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ نے دی ہے۔ فرماتے ہیں: "لا يؤخذ العلم إلا عمن شهد له بالطلب"

ترجمہ: "علم اس شخص سے حاصل کیا جائے جس کے متعلم ہونے کی اہل علم نے گواہی دی ہو" [الكفاية للخطيب: ۳۷۵/۱]

یاد رکھیں! اس امت میں خیر علماء حق سے ہی علم حاصل کرنے میں ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَخَذُوا الْعِلْمَ عَنْ أَكَابِرِهِمْ وَعَنْ أُمَنَائِهِمْ وَعُلَمَائِهِمْ فَإِذَا أَخَذُوهُ مِنْ صِغَارِهِمْ وَشِرَارِهِمْ هَلَكُوا"

ترجمہ: ''لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک وہ اپنے بڑوں، امین لوگوں اور علماء سے علم حاصل کریں گے۔ اور جب وہ اپنے چھوٹوں اور برے لوگوں سے علم حاصل کریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے'' [الفقیه والمتفقه علیه:۲/۱۵۵، جامع بیان العلم وفضله:۱/٦١٦، ح:۱۰۵۷، نصیحة اهل الحدیث للخطیب:۲۹، ح:۸]

اسی ضمن میں یہ فتنہ بھی آتا ہے کہ علمِ دین کے حصول میں علماء کو چھوڑ کر صرف اور صرف انٹرنیٹ اور کتابوں پر تکیہ کر لیا گیا ہے۔ اس بیماری میں خاص طور سے امت کے نوجوان مبتلا ہیں۔ جو لوگ صرف کتابوں سے علم حاصل کرتے تھے اسلاف اسے صحفی کہا کرتے تھے اور ان سے علمِ دین حاصل کرنے سے منع کرتے تھے۔ چنانچہ سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''لَا تَأْخُذُوا الْعِلْمَ مِنَ الصَّحَفِيِّينَ'' ''صحفی لوگوں سے علم حاصل مت کرو'' [الفقیه والمتفقه علیه:۲/۱۹۳]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ لَقَدْ أَدْرَكْتُ سَبْعِينَ مِمَّنْ يَقُولُ: قَالَ فُلَانٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْأَسَاطِينِ، وَأَشَارَ إِلَى مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا أَخَذْتُ عَنْهُمْ شَيْئًا، وَإِنَّ أَحَدَهُمْ لَوْ أُؤْتُمِنَ عَلَى مَالٍ لَكَانَ بِهِ أَمِينًا لِأَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ هَذَا الشَّأْنِ، وَيَقْدَمُ عَلَيْنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِهَابٍ فَيُزْدَحَمُ عَلَى بَابِهِ''

ترجمہ: ''یہ علم، دین ہے لہٰذا دیکھ لیا کرو کہ تم کس سے اپنا دین لے رہے ہو، میں نے ستّر لوگوں کو اللہ کے نبی ﷺ کی مسجد میں ستون کے پاس یہ کہتے ہوئے پایا کہ فلاں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن میں نے ان سے کچھ نہ لیا، جبکہ وہ سب سب اس قدر امین تھے کہ اگر انہیں مال پر نگراں مقرر کر دیا جاتا تو وہ امانت دار نکلتے لیکن وہ اس فن کے اہل نہ تھے۔ (ان کے بالمقابل) محمد بن شہاب الزہری رحمہ اللہ جب ہمارے پاس تشریف لاتے تو ان کے دروازے پر ہجوم لگ جایا کرتا'' [الفقیه والمتفقه علیه:۲/۱۹٤]

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے اصول ثلاثہ کی شرح میں کتنی خوبصورت بات کہی ہے:

قوله: ثلاث مسائل: التعلم هنا معناه: التلقی عن العلماء والحفظ والفهم والإدراک، هذا هو التعلم، لیس المراد مجرد قراءة أو مطالعة حرة کما یسمونها هذا لیس تعلما إنما التعلم هو: التلقی عن أهل العلم مع حفظ ذلک وفهمه وإدراکه تمامًا، هذا هو التعلم الصحیح، أما مجرد القراءة والمطالعة فإنها لا تکفی فی التعلم وإن کانت مطلوبة، وفیها فائدة لکنها لا تکفی، ولا یکفی الاقتصار علیها. ولا یجوز التتلمذ علی الکتب کما هو الواقع فی هذا الوقت، لأن التتلمذ

علـى الـكتـب خطير جدا يحصل منه مفاسد وتعالم أضر من الجهل، لأن الجاهل يعرف أنه جاهل ويقف عند حده، لكن المتعالم يرى أنه عالم فيحل ما حرم اللّٰه، ويحرم ما أحل اللّٰه، ويتكلم ويقول علـى اللّٰه بلا علم فالمسألة خطيرة جدا.فالعلم لا يؤخذ من الكتب مباشرة إنما الكتب وسائل، أما حقيقة العلم فإنها تؤخذ عن العلماء جيلًا بعد جيل والكتب إنما هي وسائل لطلب العلم.

ترجمہ: شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا قول: تین مسائل (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، رسول اللہ ﷺ کی معرفت اور دین اسلام کی معرفت) یہاں تعلم (علم حاصل کرنے) سے مراد علماء کرام سے علم حاصل کرنا، اسے حفظ کرنا، اس کا فہم وادراک حاصل کرنا ہے۔ یہی تعلیم ہے۔اس سے یہ مراد نہیں کہ محض پڑھائی یا جس طرح نام دیا جاتا ہے آزادانہ مطالعہ(Self-studies) کیا جائے، یہ تعلم نہیں بلکہ تعلم تو یہ ہے کہ علماء کرام سے (علم) حاصل کیا جائے اس کے حفظ، فہم اور مکمل ادراک کے ساتھ، یہ ہے صحیح معنوں میں علم حاصل کرنا، جبکہ صرف خود کتاب پڑھنا اور مطالعہ کرنا اگر چہ مطلوب تو ہے مگر تعلم کے لیے کافی نہیں، اس میں فائدہ بھی ہے مگر یہ کفایت نہیں کرتا اور اس پر اقتصار کرنا کافی نہیں۔ کتابوں کا تلمذ اور شاگردی اختیار کرنا جائز نہیں جیسا کہ لوگوں کی موجودہ حالت ہے، کیونکہ کتابوں کا تلمذ اختیار کرنا بہت خطرناک ہے جس سے بہت مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور یہ تعالم تو جہل سے زیادہ نقصان دہ ہے، کیونکہ جاہل جانتا ہے کہ وہ جاہل ہے لہٰذا وہ اپنی حد پر رک جاتا ہے، لیکن المتعالم (علم کا دعویدار) سمجھتا ہے کہ وہ عالم ہے لہٰذا وہ اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال قرار دیتا ہے اور اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بولتا اور کلام کرتا ہے لہٰذا یہ مسئلہ بہت خطرناک ہے۔ چنانچہ علم کتابوں سے براہ راست حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ کتابیں تو وسیلہ ہیں، جبکہ حقیقی معنوں میں علم تو علماء کرام سے حاصل ہوتا ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا رہتا ہے، اور کتابیں تو علم حاصل کرنے کے وسائل میں سے ہیں۔[شرح الاصول الثلاثة:۳۱-۳۲]

(۵) غیر عالم دعاۃ کا تسلط اور غلبہ: نبی ﷺ نے فرمایا تھا:''**إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا**''

ترجمہ: ''اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ علم علماء کو موت دے کر اٹھائے گا۔حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، پھر ان سے سوالات کیے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے'' [صحیح بخاری:ح:۱۰۰]

آج کل رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی حرف بہ حرف صادق آرہی ہے۔لوگ چند کتابوں کا مطالعہ کر کے علماء کا لبادہ پہن کر سادہ لوح مسلمانوں کو غلط سلط باتیں بتا کر راہ حق اور صراط مستقیم سے برگشتہ کرتے ہوئے وقت کا علامہ بننے کے پرزور کوشش کر رہے ہیں۔عوام بھی ان کا خوب ساتھ دے رہی ہے اور ان کو سراہتے ہوئے علماء سے زیادہ اہمیت دینے لگی ہے۔انہی عوام کی بدولت یہ منبر ومحراب اور کانفرنسوں وغیرہ میں اپنا تسلط قائم کرنے لگے ہیں۔ان کی شہرت اور چمک دمک کو دیکھتے ہوئے نوجوانان ملت بھی اسی راہ پر چل نکلے ہیں، لہٰذا آپ کو سوشل میڈیا پر خاص طور سے نام نہاد مبلغین ودعاۃ اور محققین ومفتیان کے القاب کے مصداق افراد مل جائیں گے جو بزعمِ خویش دین کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جس نے بھی ایک دو کتابیں پڑھ لیں یا ایک دو لکچر سن لیے وہ گروپس، پیجز، بلاگس، ویب سائٹس اور یوٹیوب چینلز بناتا ہے اور قرآن وحدیث کی خودساختہ تشریح کرتے ہوئے دین اسلام کی دھجیاں اڑانے کی کوشش کرتا ہے، لہٰذا کوئی محققِ دوراں بنتے ہوئے احادیث کی صحت وضعف پر کلام کرتا ہے تو کوئی منسوخ جیسی احادیث کو بیان کر کے ان سے مسائل کا استنباط کرتا نظر آتا ہے۔یہ دقیق مسائل ہوں یا غیر دقیق سب میں اپنی رائے دینے کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں اور جب تک دن میں دو چار فتوے نہ دے لیں اور مناظرے نہ کر لیں ان کو سکون نہیں ملتا۔اتنا ہی نہیں مناظرہ کے نام پر گالی گلوچ کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔دعوت وتبلیغ کے نام پر نوجوان لڑکیوں سے ہنسی ودل لگی کو کارثواب سمجھتے ہیں۔ان کے قدم یہیں نہیں رکتے بلکہ وہ دوسروں کے مقالات و مضامین اور تحقیقات کو چرا کر اپنے بلاگس، ویب سائٹس اور گروپس میں اپنے نام سے شیئر کرتے ہیں اور لوگوں کی واہ واہی بٹورتے ہیں۔یہ علماء کی ویب سائٹس اور یوٹیوب چینلز کو شیئر کرنے میں اپنی کسرشان سمجھتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ اگر کسی عالم کا لیکچر بھی شیئر کرتے ہیں تو خود کا یوٹیوب چینل بنا کر اس میں اپلوڈ کر کے شیئر کرتے ہیں۔علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے قصّاص کی جو صفات بیان کی تھیں وہ ان کے اندر موجود نظر آتی ہیں۔

علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: ''وأكبر أسبابه أنه قد يعاني هَذِه الصِّنَاعَة جهال بِالنَّقْلِ يَقُولُونَ مَا وجدوه مَكْتُوبًا وَلَا يعلمُونَ الصدْق من الْكَذِب فهم يبيعون على سوق الْوَقْت وَاتفقَ أَنهم يخاطبون الْجُهَّال من الْعَوام الَّذين هم فِي عداد الْبَهَائِم فَلَا يُنكرُونَ مَا يَقُولُونَ وَيخرجُونَ فَيَقُولُونَ قَالَ الْعَالم فالعالم عِنْد الْعَوام من صعد الْمِنبَر''

ترجمہ: ''اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس فن میں ان لوگوں نے دخل اندازی کی جو نقلی دلائل سے عاری وجاہل ہوتے ہیں۔جو لکھا ہوا پاتے ہیں اسی کو یہ کہتے ہیں۔صدق وکذب کی معرفت کی کسوٹی ان کے پاس نہیں ہوتی۔یہ سوق

وقت میں دینی خدمت کا کاروبار کرتے ہیں اور (لوگوں کا) اتفاق ہے کہ یہ عام طور پر عوام میں سے ایسے جاہلوں کو مخاطب کرتے ہیں، جو چوپایوں کے قائم مقام ہوتے ہیں لہٰذا وہ ان کی غلطیوں پر نکیر نہیں کرتے اور یہ کہتے ہوئے نکلتے ہیں کہ عالم نے کہا۔ پس عوام کے نزدیک وہی عالم ہے جو منبر (اسٹیج) پر چڑھ گیا'' [تحذير الخواص للسيوطي:٢٧٧-٢٧٨]

درحقیقت یہ وہی فتنہ ہے جسے ربیعہ بن ابوعبدالرحمان رحمہ اللہ نے امر عظیم قرار دیا تھا اور آنسو بہائے تھے:

قَالَ مَالِكٌ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَوَجَدَهُ يَبْكِي، فَقَالَ لَهُ: مَا يُبْكِيكَ؟ وَارْتَاعَ لِبُكَائِهِ فَقَالَ لَهُ: أَمُصِيبَةٌ دَخَلَتْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: لا، وَلَكِنِ اسْتُفْتِيَ مَنْ لا عِلْمَ لَهُ وَظَهَرَ فِي الْإِسْلَامِ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قَالَ رَبِيعَةُ: وَلَبَعْضُ مَنْ يُفْتِي هَا هُنَا أَحَقُّ بِالسَّجْنِ مِنَ السُّرَّاقِ.

ترجمہ: ''مالک نے کہا کہ: مجھے ایک شخص نے خبر دی ہے، وہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے پاس آیا تو اس نے ان کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ اور وہ ان کے رونے کی وجہ سے گھبرا گیا، لہٰذا اس نے ربیعہ رحمہ اللہ سے کہا کہ کیا کوئی مصیبت آن پڑی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! لیکن اس شخص سے فتویٰ پوچھا جا رہا ہے جس کے پاس علم نہیں اور اسلام میں امر عظیم ظاہر ہو چکا ہے۔ ربیعہ رحمہ اللہ نے مزید فرمایا کہ یہاں بعض فتویٰ دینے والے ایسے ہیں جو چوروں کی بنسبت جیل کے زیادہ حقدار ہیں'' [الفقيه والمتفقه للخطيب:٣٢٤/٢، المعرفة والتاريخ: ٦٧٠/١، جامع بيان العلم و فضله:١٢٢٥/٢، حديث نمبر:٢٤١٠، واللفظ له]

(٦) دین بیزاری: سوشل میڈیا کے اس دور میں آزادی کا جو نعرہ بلند کیا گیا ہے لوگ اس سے اس قدر متاثر ہو گئے ہیں کہ دین پر عمل کو پابندی سمجھنے لگے ہیں، لہٰذا آئے دن سوشل میڈیا پر دین بیزاری کی نت نئی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں اور اسی دین بیزاری کی ہی بنا پر علماء بیزاری وجود میں آئی ہے۔

علاج: آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مہلک وبا کے علاج کا سامان کیا جائے۔ علماء کے مقام و مرتبہ اور ان پر طعن و تشنیع اور توہین کے گناہ کی سنگینی کو سمجھا جائے۔ معاشرہ پر مرتب ہونے والے برے اثرات کو زائل کرنے کی تدبیر کی جائے اور لوگوں کے دلوں میں علماء حق کے مقام اور ان کی عظمت کو راسخ کیا جائے۔ لوگوں کے مابین ان کی غلطیوں کو بیان کرنے سے احتراز کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ علماء بھی انسان ہی ہوتے ہیں بشری تقاضا کی بنا پر ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ غلطی کی صورت میں ان کے لیے ایک اجر کی توقع کی جائے اور ان پر اعتماد کو برقرار رکھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے لیے عذر تلاش کیا جائے اور ان سے حسن ظن رکھا جائے۔ اسی طرح علماء کرام کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنا مقام سمجھیں اور دعوت حق کا کام کریں۔ جہاں غلطی ہو جائے اپنی اصلاح کریں اور عوام کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں۔

قسط (۲)

والدین کے حقوق اوران کی ذمہ داریاں

از: عتیق الرحمٰن عبدالرحمٰن سلفی

جہنم کی آگ سے بچانا: اللہ تعالیٰ نے مومن والدین کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں، یہ بہت بڑی ذمہ داری اور زندگی کا سب سے بڑا پروجیکٹ ہے، والدین کے لیے یہ زندگی کا اہم ترین کام ہے، اللہ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

''ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر'' [التحريم :٦]

علامہ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ووقاية الأهل (والأولاد)، بتأديبهم وتعليمهم، وإجبارهم على أمر الله"

''اور بیوی، بچوں کا (جہنم کی آگ سے) بچاؤ اس طرح ہوگا کہ انہیں علمِ دین سکھایا جائے اور باادب بنایا جائے اوران کو اللہ کے حکم کا پابند بنایا جائے''

اولاد کی تعلیم وتربیت کے چند اہم پہلو:

☆ **اسلامی عقیدہ کی تعلیم:** اولاد کو توحید کا علم سکھانا اور اسلام کی بنیادی تعلیم کا انتظام کرنا والدین پر فرض ہے، کیونکہ یہی وہ بنیادی شرعی علم ہے جو سب پر فرض ہے، اس کے ذریعے ہی بندہ جہنم سے نجات پاتا ہے، اسی سے ہی ایک مسلمان ایمان وعمل صالح سے بھرپور زندگی گزارتا ہے۔ اس سلسلے میں لقمان حکیم کی نصیحتیں اپنی اولاد کو کرنا چاہیے، جو کہ سورہ لقمان آیت ۱۳ تا ۱۹ میں مذکور ہے، جس کا پہلا سبق شرک سے بچنے کی تلقین اور آخری درس حسنِ اخلاق پر ہے، اور توحید اور حسنِ اخلاق جہنم کی آگ سے نجات کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام اپنی اولاد کو دین پر استقامت اور بحیثیت مسلمان زندگی گزارنے کی وصیت کررہے ہیں:

﴿وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾

''اسی کی وصیت ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کی، کہ ہمارے بچو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرمالیا ہے، خبردار! تم مسلمان ہی مرنا'' [البقرة :١٣٢]

مسلمان والدین کے لیے ان دو جلیل القدر نبیوں میں بہترین اسوہ ہے کہ وہ بھی اپنے بچوں کو توحید سکھائیں، اسلام

پر استقامت کی تلقین کریں، رب کی معرفت، دین کی تعلیم، رسول کی سیرت کو ان کی زندگی کا حصہ بنائیں، اللہ ورسول اور دین اسلام کی محبت بچوں کے دلوں میں پیدا کریں تا کہ ان کی زندگی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اور کوئی بھی طوفان انہیں اسلام سے پھیر نہ سکے۔

☆ **اقامت صلاۃ کی تعلیم وتربیت:** نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے، نماز انسان کو اللہ سے قریب کر دیتی ہے، نماز بے حیائی اور گناہوں سے روکتی ہے، نماز مومن کی پہچان ہے، ظاہر وباطن کی طہارت کا بہت اہم ذریعہ ہے، نبی کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس سے سکونِ قلب ملتا ہے اور اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز یہی نماز ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ خود بھی نماز پڑھیں اور اہل وعیال کو بھی نماز کا حکم دیں، اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

''آپ اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید کریں اور خود بھی اس پر جمے رہیں، ہم آپ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تمہیں روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بولا پرہیزگاری ہی کا ہے'' [سورہ طه:۱۳۲]

نماز کی تعلیم وتربیت کے لیے یہ خاص حکم ہر والدین کو یاد رہنا چاہیے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا''

''بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو اس (کے ترک) پر انہیں مارو'' [سنن أبو داؤد: ٤٩٤، حسن صحيح]

اس میں لڑکا اور لڑکی دونوں شامل ہیں اور دونوں کو سات سال کی عمر سے ہی نماز کی تعلیم دینا ہے اور پانچوں وقت کی نماز پڑھانا ہے، یہ تعلیم اور تربیت پورے تین سال کرنا ہے اور دس سال کی عمر میں جب نماز میں کوتاہی کریں تو سزا دیں تا کہ وہ مکمل نمازی بن جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے پاس آباد کیا تا کہ وہ نماز قائم کریں اور وہ اس میں کامیاب رہے، اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

''وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا''

''وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا، اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول'' [مریم:٥٥]

مساجد کی محبت بچوں کے دلوں میں بٹھائیں، کیونکہ مساجد سے محبت ایمان کی پہچان ہے، بار بار انہیں مسجد میں لے جائیں، نماز کے لیے، تعلیم کے لیے، درس قرآن، درس حدیث، مساجد میں منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت کے لیے تا کہ

ان کے دلوں میں مسجد کا احترام اور محبت داخل ہو جائے، مسجد میں جانے والا اللہ کا مہمان ہوتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ''

''جو شخص مسجد میں صبح شام بار بار حاضری دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرتا ہے۔ وہ صبح شام جب بھی مسجد میں جائے'' [صحيح بخاری: ٦٦٢]

بہت دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سارے والدین خود ہی نماز نہیں پڑھتے ہیں، نہ مسجد میں جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے بچے پکے نمازی بن جائیں، یہ درست طریقہ نہیں ہے، آپ خود نماز پڑھیں اور گھر والوں کو نماز کا حکم دیں تا کہ پورا گھر جہنم سے نجات پائے اور جنت میں داخل ہو، اس کے برعکس بعض لوگ خود نماز پڑھ کر جنت میں جانا چاہتے ہیں لیکن اپنی بیوی اور بچوں کو بے نمازی بنا کر جہنم کی آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں، یہ کیسی محبت ہے، یہ کیسی وفا ہے، حقیقی محبت یہ ہے کہ خود بھی جنت کی راہ پر چلیں اور اپنے اہل خانہ کو بھی جنت کی راہ چلائیں، خود بھی نماز قائم کریں اور اہلِ خانہ کو بھی نماز کا حکم دیں۔ نماز فلاح ونجات کا راستہ ہے۔

☆ **بچوں کو عربی زبان سکھائیں:** عربی زبان دینِ اسلام کا حصہ ہے، قرآن وسنت اور نبی اکرم ﷺ کی زبان عربی ہے، لہٰذا اپنے بچوں کو عربی زبان ضرور سکھائیں، تا کہ وہ قرآن مجید عربی میں سمجھ کر اچھی طرح تلاوت کر سکیں، نمازیں بہتر طریقے سے ادا کر سکیں، قرآن وسنت کی تعلیم کو سمجھ سکیں، بہت ساری بدعات اور گمراہی کا سبب نصوص کتاب وسنت کا غلط فہم ہے، اگر بچوں کو بیسک عربی کی تعلیم دی جائے تو دین کے سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی اور دین سے رشتہ گہرا اور مضبوط ہوگا، جس طرح ہم اردو، ہندی، انگلش سکھاتے ہیں، اسی طرح ہمیں عربی زبان بھی سکھانا چاہیے، ایک بچے کو دین سے جوڑے رکھنے میں عربی زبان بہت معاون ہوگی، عربی زبان کی اتنی تعلیم واجب ہے، جس سے بچہ قرآن پڑھ سکے، اور نماز کی دعائیں اچھی طرح پڑھ سکے، لہٰذا والدین کو اس پہلو پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے، اور الحمد للہ ایسے علماء کرام سماج میں موجود ہیں جو عربی زبان سکھا رہے ہیں اور سکھا سکتے ہیں، بس آپ کے عزم وارادہ کی دیر ہے۔ وفقنى الله وإياكم

☆ **بچوں کو صالح بنائیں:** تعلیم وتربیت کا مقصد صالح اور نیک بنانا ہے، اور صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو ایمان خالص کے ساتھ ساتھ اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرتا ہو، اللہ تعالیٰ صالح بندوں کی مدد کرتا ہے:

﴿إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ﴾

''یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے'' [الأعراف: ١٩٦]

اور صالح اور نیک بندوں میں شامل ہونے کے لیے صرف دو کام کا اہتمام کرنا ہے ایک ایمان اور دوسرے عمل صالح، پھر اللہ ایسی اولاد کو صالحین میں شمار کرتے ہیں، جیسا کہ وعدۂ ربانی ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ﴾

''اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کیے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کرلوں گا'' [العنكبوت:۹]

یہ والدین کی ذمہ داری ہے، والدین کو اپنے بچوں کے لیے صالح بن کر زندگی گزارنا چاہیے تاکہ بچوں کی دنیا و آخرت سنور جائے جیسا کہ اہلِ ایمان والدین سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی مومن اولاد کو جنت میں ان کے ساتھ کردے گا۔

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے'' [الطور:۲۱]

اور دنیا میں بھی والدین کی صالحیت سے بچوں کو نفع ملتا ہے جیسا کہ موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے دو یتیم بچوں کے خزانہ کی حفاظت فرمائی، کیوں؟ اس لیے کہ ان بچوں کا باپ صالح تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ﴾

''ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آکر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں'' [الكهف :۸۲]

۳۔ بچوں کو دعائیں دیا کریں: والدین کی دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے بچوں کے لیے خصوصی دعائیں کیا کریں، تاکہ آپ کا جو پروجیکٹ ہے وہ مکمل ہو سکے اور آپ کے بچے ایمان وتقویٰ کی زندگی گزار سکیں اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کے سامنے بھی دعائیہ کلمات کہیں اور تنہائی میں بھی ان کی فلاح کے لیے دعا کرتے رہیں، نبی اکرم ﷺ بچوں کو دعائیں دیتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا تھا تو آپ نے خوش ہو کر ابن عباس کو دعا دیا تھا ''اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّين'' ''اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما'' [صحيح بخاری:۱۴۳]

اسی طرح علماء اور صاحب دین لوگوں سے اپنے بچوں کے لیے دعائیں بھی کروایا کریں، جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا انہیں لے کر نبی ﷺ کے پاس لائیں اور دعا کی درخواست پر نبی ﷺ نے حضرت انس کے لیے دعا فرمائی: ''اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ، وَوَلَدَهُ'' ''اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو بڑھادے''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”فَوَاللّٰهِ إِنَّ مَالِي لَكَثِيرٌ، وَإِنَّ وَلَدِي وَوَلَدَ وَلَدِي لَيَتَعَادُّونَ عَلٰى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ“

”تو اللہ کی قسم! میرا مال بہت ہے اور میرے بیٹے اور پوتے سو سے زیادہ ہیں“ [صحيح مسلم: ۲٤۸۱]

اہل ایمان خود بھی جامع انداز میں اہل وعیال کے متقی بننے کی دعا کرتے ہیں، ان کے لیے ایمان وعمل صالح کی زندگی کا سوال کرتے ہیں، ہر والدین کو یہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ ”اے ہمارے رب! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا“ [الفرقان: ۷٤]

بچوں کی تمام اہم ضروریات کے لیے والدین کو دعائیں کرنا چاہیے خصوصاً بچوں کی دینی ضرورت کے لیے، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے خوب دعائیں کی ہیں، چند دعائیں بطورِ مثال پیش خدمت ہیں:

شہر مکہ کے امن وسکون اور اولاد کو شرک وبت پرستی سے بچانے کے لیے دعا:

﴿رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾

”اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنادے، اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے“۔[إبراهيم: ۳۵]

اولاد کو نمازی بنانے کے لیے دعا:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء﴾

”اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی، اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما“ [إبراهيم: ٤۰]

اولاد کی پاکیزہ روزی کے لیے دعا:

﴿وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾

”اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں“ [إبراهيم: ۳۷]

اولاد کے لیے مستقل معلم ومزکی رسول مبعوث کرنے کی خصوصی دعا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

”اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے“ [البقرة: ۱۲۹]

۴۔ **بچوں کے ساتھ نرمی کریں:** محبت اور نرمی حسن اخلاق کا ایسا پہلو ہے جو لوگوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے، نرم خوئی میں ایک کشش ہے جس سے لوگ اس کی طرف کھینچ کر چلے آتے ہیں، بچے معصوم ہوتے ہیں، ان کا نامۂ اعمال روشن ہوتا ہے، ان کی شرارتیں نادانی پر مبنی ہوتی ہیں، ان کے ساتھ نرمی کریں، محبت کریں، اپنی محبت کا اظہار کریں، نرم لہجے میں گفتگو کریں، نرم رویہ اپنائیں، اس سے بچوں کے دلوں میں آپ کی محبت بڑھ جائے گی، احترام میں اضافہ ہوجائے گا، نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کی بے مثال محبت کا ایک سبب نبی ﷺ نرمی خوئی تھی:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾

''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے'' [آل عمران :۱۵۹]

لیکن ان کی اصلاح کے لیے زجر وتوبیخ بھی جائز ہے اور اگر ضرورت محسوس ہو تو جسمانی سزا دینا بھی جائز ہے، جیسا کہ نماز کی تعلیم وتربیت کے باوجود اگر نماز نہیں ادا کرتا ہے تو اسے مارنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اچھی طرح یاد رہے کہ اگر بچے کے ساتھ ظلم کیا گیا اس کی غلطی سے زیادہ اسے سزا دی گئی، تو قیامت کے دن اس کا حساب ہوگا، لہٰذا ان کمزور بچوں کو سزا دیتے وقت قیامت کے دن کا عدل وانصاف یاد رکھیں۔

تمام بھلائیاں اللہ نے نرمی کے اندر رکھ دی ہے، نرمی کرنے سے اللہ تعالیٰ وہ خیر عطا کرتا ہے جو سختی پر نہیں عطا کرتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ: "إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلٰى مَا سِوَاهُ"

اے عائشہ! ''اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے اور خود بھی نرم ہے اور نرمی پر جو دیتا ہے وہ سختی پر نہیں دیتا ہے اور نہ کسی اور چیز پر''

[صحيح مسلم :۲۵۹۳]

لہٰذا اپنے بچوں کو اپنے سے قریب رکھنے کے لیے زبان اور دل دونوں کو نرم رکھیں، لہجہ اور رویہ نرم رکھیں۔ تاکہ ظاہری وباطنی طور پر یہ رشتہ مضبوط رہے۔ اسی طرح اپنے بچوں پر رحم کریں، محبت، رحمت اور الفت سے پیش آئیں، نبی اکرم ﷺ کی سنت یہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ، مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

''میں نے کسی کو بال بچوں پر اتنی شفقت کرتے نہیں دیکھا جتنی رسول اللہ ﷺ کرتے تھے'' [صحيح مسلم:۲۳۱۶]

جاری............

(تیسری اور آخری قسط)

فرقہ "سروریہ": تعارف افکار ونظریات

مامون رشید ہارون رشید سلفی

سروریہ کے دیگر افکار ونظریات:

(۱) یہ لوگ (الحکم بغیر ما انزل اللّٰہ) اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کے مسئلے کے تعلق سے حد درجہ غلو کرتے ہیں اور اس کا بے حد اہتمام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنا مطلقاً کفر اکبر ہے خواہ فیصلہ نہ کرنے والا اسے ناجائز اور حرام ہی کیوں نہ سمجھ رہا ہو۔ ملاحظہ فرمائیں:

سلیمان العلوان السروری https://youtu.be/O5ZYePErJPU

احمد بن عمر الحازمی السروری https://youtu.be/jRVzlugkDL4

(۲) کفار کے ساتھ موالات (دوستی) کے مسئلے میں انتہائی مبالغہ آرائی کرتے ہیں اور ہر اس مسلمان کو علی الاطلاق کفر اکبر کا مرتکب کافر قرار دیتے ہیں جو کافروں سے دوستی کرتا ہے، نیز جو حکام غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ تعامل، لین دین اور تجارتی مراسم جاری رکھتے ہیں انہیں بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: عبد العزیز الطریفی https://youtu.be/B6BzleOLdHc

(۳) مسلم حکمرانوں کے خلاف خروج کے مسئلے کو معمولی اور سہل گردانتے ہیں، اور اس کو ایسا اختلافی مسئلہ باور کراتے ہیں کہ جس میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ (جیسا کہ دکتور محمد القحطانی السروری نے امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل کی کتاب "السنۃ" کی تحقیق کے اندر ایسا کیا ہے (۱۸۶/۱) چنانچہ ان کے نزدیک مسلم حکام کے خلاف خروج وبغاوت اور احتجاج ومظاہرات محض جائز ہی نہیں بلکہ کار ثواب بھی ہے جیسا کہ ان کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) ان کا کہنا ہے کہ اسلامی ممالک کے حکام امامت کے منصب پر فائز نہیں ہیں کہ جن کی اطاعت شرعاً واجب اور مخالفت حرام ہو، چنانچہ ان لوگوں نے امامت کو فقط خلافت عظمیٰ کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور یہ عقیدہ اختیار کیا ہے کہ ملکوں کے حکمرانوں کی اطاعت لازمی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

سروری شافی العجمی https://youtu.be/0kk2iyR8hp4،

احمد بن عمر الحازمی https://youtu.be/_6VkTnjhuNo،

محمد الحسن الددو https://youtu.be/zzJH49XKPb4

(۵) اہلِ بدعت پر تبصرہ وتنقید کرتے وقت "**الموازنات بین الحسنات والسیئات**" جیسے باطل وبدعی منہج پر عمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی پر نقد کرتے وقت اس کی برائیوں کے ساتھ ساتھ لزوماً اس کی اچھائیاں بھی ذکر کرنی چاہیے ورنہ یہ ظلم ہوگا، اس کا مقصد اہل بدعت وخرافات پر تنقید کو ہلکا اور بے جان بنا دینا ہے جس سے درپردہ ان کی ستائش اور حوصلہ افزائی ہوتی رہے اور انہیں اپنی اچھائیوں کی آڑ میں خرافات پھیلانے کے مواقع فراہم ہوتے رہیں جیسا کہ آج کل کچھ احباب آزاد ذہنیت اور سلفیت میں وسعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بردرس کی اچھائیاں گنوانے میں مصروف ہیں اور اسے ظلماً عدل وانصاف اور توازن ومیانہ روی کا لیبل چسپاں کر کے فروغ دے رہے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں: سلمان العودہ "من أخلاق الداعیۃ ص:۴۰، ۴۷، احمد الصویان" منہج أہل السنۃ والجماعۃ فی تقویم الرجال ومؤلفاتہم :ص:۳۷)

علامہ ربیع بن ہادی المدخلی نے اس منہج پر زبردست رد کرتے ہوئے "**منہج أھل السنة والجماعة فی نقد الرجال والکتب والطوائف**" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے جو اس موضوع پر نہایت مفید ہے۔

(۶) حسن البناء کے اخوانی اصول "**المعذرة والتعاون**" پر سختی سے عمل کرتے ہیں، اخوانی حضرات کہتے ہیں کہ اتفاقی مسائل کی بنیاد پر ہم باہم متحد ومتفق رہیں گے اور اختلافی مسائل میں ہم ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے (خواہ وہ اختلافی مسئلہ عقائد وایمانیات اور اسلام وکفر سے متعلق ہی کیوں نہ ہو) اور سروری نئے انداز میں وہی چیز دہراتے ہیں کہ "ہم اتحاد صف کے متلاشی ہیں اتحاد رائے کے نہیں"، یعنی ہماری آراء کسی بھی ناحیے سے مختلف ہوسکتی ہیں لیکن ہمارا صف ایک ہی رہے گا، ہم ایک جماعت بن کر رہیں گے خواہ شیعہ ہوں، صوفی ہوں، تبلیغی ہوں، اخوانی ہوں کوئی بھی ہو سب اپنے اپنے عقائد وآراء کو جانب میں رکھ کر بس متحد رہیں گے۔

(۷) انتہائی سریت، مکمل رازداری اور کامل تقیہ کا اہتمام کرتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض افراد یہ تک کہتے ہیں کہ یہ دور مکی دور ہی کی طرح ہے جس میں سراً رازداری کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام کیا گیا تھا۔ عبداللہ العلوان سروری کہتے ہیں: "جب اسلامی تحریک ایسی مصیبت سے دوچار ہو کہ اس پر کوئی ارہابی (دہشت گرد) لادینی، غاصب حکمران مسلط ہو جائے جو داعیان دین کو قید کر لیتا ہو تو پلان کچھ اس نوعیت کا ہوگا، سری طور پر دعوت دینے پر اکتفا کیا جائے گا۔۔۔(عقبات فی طریق الدعاۃ:۲/۵۹۶)

(۸) بنا کسی اصول وضوابط اور شرائط وقیود کے نوجوانوں کو جہاد کے لیے بھڑکاتے ہیں اور اس کی ترغیب دلاتے ہیں حتیٰ کہ اس دوران ولی الامر اور والدین کی اجازت کی شرط بھی غائب کر دیتے ہیں، اس کے بعد جہاد میں رغبت

رکھنے والوں کوتکفیری جماعتوں کے حوالے کر دیتے ہیں جو انہیں خودکش حملوں اور مسلمانوں کے قتل کا عادی بنا دیتے ہیں۔(اس سلسلے میں خالدالراشد کی تقاریر بھری پڑی ہیں)

(۹) اہل السنہ والجماعہ کے معتبر علمائے کرام بالخصوص ان کے اصولوں پر نقد کرنے والوں پر طعن و جرح کرتے ہیں،ان سے میل جول نہ رکھنے نیز ان سے قطعِ تعلق اور عدمِ ارتباط پر ابھارتے ہیں۔چنانچہ کہتے ہیں کہ:''علماء کی باتیں دعاۃ کے لیے ہیں اور دعاۃ کی باتیں عام عوام کے لیے''نیز کہتے ہیں کہ:''(عوام) آپ کے لیے علماء کی باتیں سمجھنا ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ طلبۂ علم اور داعیانِ دین ان باتوں کی وضاحت نہ کر دیں''خود اس فرقے کے مؤسس محمد سرور نے ائمہ حرمین شیخ ابن باز ابن عثیمین عبداللہ بن حمید اور صالح الفوزان وغیرہم کے خلاف طعن وتشنیع کے نشتر چلائے ہیں،(ملاحظہ فرمائیں محمد سرور زین العابدین مجلّہ السنہ عدد:۲۳ص:۲۹۔۳۰)

عائض القرنی کہتے ہیں:''(عرب میں جو کچھ فسادات ہو رہے ہیں اور عرب کی جو موجودہ صورت حال ہے اس کے تعلق سے) علماء کا کردار بڑامنفی کمزور اور بےوقعت ہے''۔

https://youtu.be/34QFvvZX-7o

مزید کہتے ہیں کہ:''علما نوجوانوں کی صحیح رہنمائی نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کا پورا وقت جزئیات میں صرف کر دیتے ہیں''۔

https://youtu.be/qDZG06bzZKk

(۱۰) مسلم حکام پر صراحتاً واشارتاً طعن وتشنیع کرتے ہیں،ان کی امامت وولایت کے تعلق سے نوجوانوں کے دلوں میں تشکیک پیدا کرتے ہیں،عوام کو ان کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور انہیں احتجاج ومظاہرات اور انقلاب کی دعوت دیتے ہیں جیسا کہ عرب بہاریہ کے انقلابات ہمارے سامنے ہیں جن میں بہتوں کے پول کھل گئے اور حقائق واضح ہو گئے۔!فالحمدللہ علیٰ ذلک۔ملاحظہ فرمائیں:محمد العریفی سروری

،9SuWDOk_WkP/be.youtu://https

عبدالرحمٰن عبدالخالق (فصول فی السیاسۃ:۳۱۔۳۲)

ناصر العمر نے میڈیا کا سہارا لے کر بہت سارے لوگوں کو بھڑکایا ہے۔دیکھیں:

،https://youtu.be/WnPki9helmE

اسی طرح نبیل العوضی نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔دیکھیں:

https://youtu.be/w_b8oqiej6E

(۱۱) اخوانی فکر کے رؤساء وقائدین حسن البنا اور سید قطب، عصام العطار، مصطفیٰ السباعی وغیرہم جیسے مبتدعہ کی زوردار تعریفیں کرتے ہیں ان کو فضائل ومناقب کے اعلیٰ مقام پر فائز کرتے ہیں اور انہیں بلند وبالا القاب سے نوازتے ہیں جن سے عام عوام ان سے جڑنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ محمد سرور کہتے ہیں: ''دور حاضر میں میں کسی ایسے لکھاری کو نہیں جانتا جنھوں نے موجودہ دور کے چیلنجز کو ایسے اجاگر کیا ہو جیسے سید قطب نے کیا ہے، آپ رحمہ اللہ ان مشاکل کو سامنے لانے اور ان کے حل پیش فرمانے میں نہایت امانت دار واقع ہوئے تھے'' (دراسات فی السیرۃ النبویہ ص: ۳۲۳) نبیل العوضی اور محمد حسان کی زبانی سید قطب کی تعریف سننے کے لئے درج ذیل لنکس کا وزٹ کریں:

https://youtu.be/NmYxVAPnTNU

https://youtu.be/uoYFL3zQKn8

(۱۲) کبیرہ گناہوں کے مرتکب مسلمانوں کے حکم میں غلو سے کام لیتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض ان کی تکفیر کرتے ہیں یا تکفیر کرنے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ سفر الحوالی نے شراب نوشی کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔ (دروس الطحاویۃ: ۲/۲۷۲) اسی طرح محمد سرور نے لواطت کرنے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ (منہج الأنبیاء فی الدعوۃ إلی اللہ ص: ۱۷۰)

(۱۳) مسلم ممالک کے حکام کی اطاعت شرعاً واجب نہیں سمجھتے ہیں لیکن اپنی جماعت کے امیر کے اوامر کی اطاعت لازمی قرار دیتے ہیں، محمد سرور کہتے ہیں: ''اس امیر اور ان کے معاونین کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے معاملات کو ایک دعوتی اسٹیبلشمنٹ اور مرکز کی طرح منظّم کریں جو مرکز روئے زمین پر دینِ الٰہی کے غلبہ کے لیے برسرِ عمل ہو اور یہ تنظیم اس بات کا متقاضی ہے کہ مرکز کا ایک رئیس اور ایک نائب رئیس ہو اور مختلف ڈیپارٹمنٹس اور برانچز کے ذمہ داران ہوں، احکام صادر ہوں جن کی اطاعت کی جائے، سوائے ان احکام کے جو کتاب وسنت کے مخالف ہوں'' (مضمون ''الوحدۃ الإسلامیۃ'' مجلۃ السنۃ العدد: ۲۹ ص: ۸۹)

سروری فکر کے انتشار کے اسباب ووسائل:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سروری تحریک دورِ حاضر میں عالم اسلام کی سب سے بڑی اسلامی تحریک ہے چنانچہ اس تیزی کے ساتھ اپنے افکار ونظریات کی ترویج واشاعت کے لیے اس تنظیم نے کئی اسالیب اختیار کیے اور مختلف میدانوں میں مختلف انداز سے اپنا کام کیا جن میں سب سے اہم تین طرح کے وسائل وذرائع اور میادین ہیں:

اول: علمی میدان: اس طور پر کہ یہ لوگ مختلف مدارس وجامعات، اسکولس، کالجز، سرکاری محکموں اور مساجد میں

پھیل گئے، متعدد کتابیں تصنیف کیں، رسائل وجرائد لکھے، مجلّات واخبارات جاری کئے اور ثقافتی سرگرمیوں میں حصہ لیا، گویا علم وتعلیم کے تمام راستوں پر کنٹرول حاصل کر کے پوری تیاری اور تندہی کے ساتھ اپنے افکار کی نشر واشاعت شروع کردی، چنانچہ لوگ ان کی علمی صلاحیتوں، دروس ومحاضرات اور تصنیفات وتالیفات کی تعداد سے مرعوب ہو کر ان کے باطل افکار کے اسیر ہوتے چلے گئے۔

دوم: **مالی وسائل وذرائع:** اس طور پر کہ ان لوگوں نے بہت سارے خیراتی ادارے اور رفاہی آرگنائزیشنز قائم کیے اور ان کے بڑے بہترین اسلامی نام رکھے، خوبصورت اور پرکشش لیبلز چسپاں کیے اور اہل ثروت اور تاجروں سے قربت بڑھا کر ان سے بہت سارا مال ودولت حاصل کیے پھر ان اموال کو اپنی اور اپنی جماعت کی مصلحتوں میں خرچ کئے جس سے بہت سارے غریب ونادار قسم کے لوگ متاثر ہو کر ان کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ جیسے جمعیۃ الحکمہ اور جمعیۃ الاحسان وغیرہ رفاہی ادارے۔

سوم: **میڈیائی وسائل:** اس طرح کہ ان لوگوں نے کئی سارے نیوز چینلز، ثقافتی چینلز، کڈس پروگرام چینلز، پریس انٹرویوز، انٹرنیٹ ویب سائٹس، اور اپلیکیشنز وغیرہ بنائے، مزید سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے یوٹیوب، فیس بک پیجز، ٹویٹر اکاؤنٹس، انسٹا گرام اور ٹیلی گرام وغیرہ کے ذریعے چھوٹے چھوٹے کلپس اور اسٹیکرز کی صورت میں اپنی باتوں اور اپنے افکار وخیالات کو لوگوں تک پہنچایا اور ان پلیٹ فارمز پر ایک طرح سے اپنا قبضہ جما لیا کہ جب بھی کوئی ان چیزوں کو اوپن کرے تو تقریر وتحریر ہر دو صورت میں انہی کی باتیں اور انہی کی تحریریں نظر سے گزریں، نتیجتاً لوگ ان سے متاثر ہو کر ان کے ہم خیال بن جائیں۔

اخیر میں عرض یہ ہے کہ سروریہ ایک بدعتی فرقہ ہے جو الاخوان المسلمون ہی کی ترقی یافتہ اور نئی شکل ہے، بس ان لوگوں نے علم وفقہ کا لباس زیب تن کیا ہوا ہے ورنہ ان کے افکار ونظریات منہج وفکر سب اخوانیت سے ادھار لیے ہوئے ہیں، اہل السنہ والجماعہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ سلفیت سے کوسوں دور ہیں، حسن البنا نے کہا تھا: ''ہم ایک سلفی دعوت، سنی طریقہ، صوفی حقیقت، سیاسی ادارہ، سرگرم تنظیم، علمی وثقافتی روابط، اقتصادی کمپنی اور معاشرتی فکر ہیں''۔ چنانچہ انہوں نے ان تمام چیزوں کو ملا کر الاخوان المسلمون کے نام سے ایک گروپ تشکیل دیا تھا لیکن جب اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے آشکارا ہوگئی اور مزید عوام کو اپنے دام فریب میں پھانسنے سے قاصر رہا تو اخوانیوں نے اپنا لیٹیسٹ ورژن لانچ کیا۔ چنانچہ محمد سرور نے کہا کہ: ''ہم سلفی منہج اور تحریکی فکر کا امتزاج چاہتے ہیں'' نتیجتاً سروریہ کا ظہور ہوا جس کی تفصیلات آپ کے سامنے ہیں، اور اب برصغیر میں ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب اور کچھ احباب انہی کے نقش

قدم کی پیروی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر سلفیوں کا عقیدہ، فقہ اور علمی منہج لے لیا جائے اور جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی اور اخوان المسلمین کے تحریکی افکار لے لیے جائیں تو بڑا خوبصورت مکس اپ تیار ہوگا اور سارے لوگ سلفی بن جائیں گے، ان کے بقول یہی مسئلے کا صحیح حل ہے۔ ما أشبه الليلة بالبارحة ۔ چنانچہ فرماتے ہیں: آپ سلفی عقیدے کے ساتھ حسن البنا، مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار جیسے وژنری لیڈرز اور تحریکی کارکنان جیسی قربانیاں اور محنت پیدا کریں تو آپ کے لوگ ان کی طرف نہیں جائیں گے۔ مزید لکھتے ہیں: ''تو مسئلے کا حل فتوے بازی اور مسلکی عصبیت کو ہوا دے کر اپنی مرغیوں کو اپنے دربے میں رکھنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ آپ جس عقیدے اور فکر کو صحیح سمجھتے ہیں اس کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو پالش کریں، تحریکیوں جیسی محنت کریں قربانیاں دیں اور رجال کار پیدا کریں''۔

اسی طرح مخالف پر رد کرنے اور اہل بدعت کی تعریف کرنے کے تعلق سے بھی ڈاکٹر محمد زبیر صاحب کا موقف بعینہٖ سروریوں والا ہی ہے لہٰذا اگر آپ کو ڈاکٹر صاحب کی حقیقت جاننی ہو تو محمد سرور اور ڈاکٹر صاحب کے افکار کا موازنہ کریں تو بہت سارے امور میں آپ کو دونوں ایک ہی نظر آئیں گے۔

اب کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جن افکار کی بنا پر علمائے کرام سروریہ کو اہل السنہ والجماعہ سے خارج قرار دیتے ہیں اور جن کا تذکرہ آپ نے کیا ہے ان میں سے بیشتر کا تعلق تو سیاست اور امراء وحکام المسلمین سے ہے، تو کیا ان چیزوں کی وجہ سے کسی کو بدعتی اور اہل السنہ والجماعہ سے خارج قرار دیا جا سکتا ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ وہ خوارج جنہوں نے حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے خلاف خروج کیا تھا ان کے اور دیگر اہل سنت وجماعت کے مابین سوائے ولی الامر کے خلاف خروج اور الحکم بغیر ما انزل اللہ کے مسئلے میں غلو اور اس طرح کے دو چار سیاسی مسائل میں اختلاف کے علاوہ کون سے عقدی ومنہجی اختلافات پائے جاتے تھے؟ کیا توحید الوہیت، توحید ربوبیت، توحید اسماء وصفات اور دیگر عقائد و ایمانیات کے باب میں ان کا عقیدہ خالص اہل سنت وجماعت کا عقیدہ نہ تھا؟ کیا ان کے اندر شرک وکفر یا اس طرح کی کوئی اور بدعت پائی جاتی تھی (گرچہ بعد میں ان کے ہاں بہت ساری بدعات وخرافات اور فاسد عقائد پائے گئے لیکن یہاں مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والے خوارج ہیں)؟ پھر بھی کیوں اللہ کے رسول ﷺ نے اُنہیں (کلاب النار) جہنمی کتے قرار دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ قتال کیا۔؟ لہٰذا یہ کہنا کہ ولی الامر کے خلاف خروج صرف سیاسی مسئلہ ہے اور اس کے مرتکب کا اہل السنہ والجماعہ سے خارج اور بدعتی ہونا غیر معقول ہے یہ بے معنیٰ اور غیر عالمانہ بات ہے۔

سروریہ کے انحرافات کے تعلق سے مزید تفصیلات موجود ہیں لیکن میں انہی باتوں پر اکتفا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح منہج وفکر پر گامزن رکھے آمین۔

اخیر میں مراجع ومصادر اور تفصیل کے خواہاں قارئین کے لیے بطور احالہ ان کتابوں اور مراجع کا ذکر کر رہا ہوں جن سے استفادہ کرکے میں نے یہ مضمون قلم بند کیا ہے:

(۱) القطبیۃ ہی الفتنۃ فاعرفوہا للشیخ أبو إبراہیم ابن سلطان العدنانی

(۲) السروریۃ فتنۃ طۃ إخوانیۃ تتدثر بالطریقۃ السنیۃ للشیخ أحمد بن مبارک المز روعی سروریہ کے افکار ونظریات سے متعلق بیشتر معلومات اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

(۳) المقالات السلفیۃ للشیخ سلیم الہلالی

(۴) الإرہاب وآثارہ علی الأفراد والأمم للعلامۃ زید المدخلی

(۵) سلسلۃ ''مراجعات مع الشیخ محمد سرور زین العابدین'' یوٹیوب پر قسط وار ایک پروگرام ہے، محمد سرور کا ذاتی انٹرویو ہے جس میں وہ بہت سارے حقائق کا اعتراف کرتے ہیں جن میں اس بات کا اعتراف بھی شامل ہے کہ سروریہ کے نام سے ایک تنظیم موجود ہے جس کے مؤسس وہ خود ہیں۔ ذاتی زندگی سے متعلق کچھ معلومات اس سے ماخوذ ہیں۔

(۶) ''التنظیم السروری'' خلیجیہ یوٹیوب چینل پر معروف نیوز اینکر عبداللہ المدیفر کے ذریعے لیا گیا کالم نگار ''خالد العصاض'' کا مکالمہ ہے جس میں وہ سروری تنظیم کی تاریخ پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں چونکہ جناب خالد العصاض شروع شروع میں خود ہی اس تنظیم سے جڑے ہوئے تھے اور انہوں نے اس تحریک کو نہایت قریب سے دیکھا تھا اسی لیے میں نے ان سے استفادہ کیا ہے چنانچہ محمد سرور اور سروریہ کی تاریخ سے متعلق بہت ساری معلومات اسی مکالمہ سے ماخوذ ہے۔

(۷) الأجوبۃ المفیدۃ عن أسئلۃ المناہج الجدیدۃ للشیخ صالح الفوزان

(۸) التیارات الدینیۃ فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ خالد المشوح

(۹) عشرون مأخذا علی السروریۃ للشیخ محمد بن عبدالوہاب الوصابی العبدلی

نیز دیگر ویب سائٹس اور رسائل وجرائد جن کی ورق گردانی کے بعد یہ تحقیقی معلومات یکجا ہوسکیں ہیں۔ اللہ راقم کو اور ان تمام اہل علم کو جن کی کتابوں اور تحریروں سے راقم نے استفادہ کیا ہے دنیا وآخرت کی کامیابی سے نوازے آمین یا رب العالمین۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(دوسری اور آخری قسط)

مسلم معاشرے میں سوشل میڈیا کے چند اہم نقصانات

فیاض مستقیم محمدی

(۴) تعلقات میں کمزوری: سوشل میڈیا کی وجہ سے جو معاشرتی نقصانات ہوئے ہیں ان میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ تعلقات میں بڑی کمزوری آ گئی ہے، رشتوں میں بڑے دراڑ پڑ گئے ہیں، پہلے شوہر بیوی کے ساتھ بیٹھتا تھا اور بیوی شوہر کے ساتھ دونوں محبت بھری گفتگو کرتے تھے، بچوں کی تعلیم وتربیت اور گھریلو مسائل پر چرچا کرتے تھے، بیٹے والدین کے ساتھ اور والدین بیٹوں کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے تھے، لوگ رشتے داروں کے پاس جاتے اور اپنائیت کی باتیں کیا کرتے تھے مگر سوشل میڈیا کی وجہ سے ان تعلقات میں کمزوری آ گئی، رشتوں میں دراڑیں پڑ گئیں، آج بیوی کو شکایت ہے کہ شوہر کام کر کے دیر سویر گھر آتا بھی ہے تو فون میں مشغول ہو جاتا ہے اس کی طرف توجہ نہیں دیتا ہے، شوہروں کو بیویوں سے شکایت ہے کہ میں کچھ دیر کے لیے گھر جاتا بھی ہوں تو اس میں بھی بیوی فون میں مصروف رہتی ہے، والدین کو شکایت ہے کہ ہمارے بچے ہماری باتیں نہیں سنتے ہیں اس لیے کہ وہ انٹرنیٹ پر مشغول رہتے ہیں، اولاد کو شکایت ہے کہ باپ کے پاس ہمارے لیے وقت نہیں ہے کہ وہ انٹرنیٹ میں مشغول رہتا ہے، تعلقات میں بڑی کمزوری آ گئی ہے، رشتے ناطے پھیکے پڑ گئے ہیں، اپنے پرائے اور قریبی دور ہو گئے ہیں، انسان دنیا بھر کی خبر رکھتا ہے لیکن اپنے ماں باپ، بھائی بہنوں، رشتہ داروں، اور دوستوں کی خبر گیری کے لیے اس کے پاس ہمیشہ قلّتِ وقت اور مصروفیات کا عذر اور بہانہ رہتا ہے، سوشل میڈیا کے جو بڑے معاشرتی نقصانات ہوئے ہیں انہی میں سے یہ ایک بڑا نقصان ہے۔

(۵) دین سے انحراف: سوشل میڈیا کی وجہ سے ہماری زندگی میں جو بڑے فتنے آئے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا فتنہ اور ایک بہت بڑا خطرہ یہ ہے کہ آج اس کی وجہ سے نئی نسلوں کا ایمان اور عقیدہ لٹ رہا ہے، نئی نسلیں اپنے دین کو گنوا رہی ہیں، مسلمانوں کی صفوں میں بڑی تیزی کے ساتھ الحاد اور بے دینی داخل ہو رہی ہے، فکری اور نظریاتی ارتداد آ رہا ہے، آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ کیسے؟ سوشل میڈیا پر آج لکھنے، بولنے اور پڑھنے والے کون لوگ ہیں؟ آپ کو شاید یہ جان کر تعجب ہو کہ آج اسلام کے نام سے انٹرنیٹ پر عیسائیوں، قادیانیوں اور شیعوں کے سینکڑوں ویب سائٹس ہیں، نام دیکھو تو لگے گا کہ یہ تو اسلامک ویب سائٹ ہے لیکن اندر جاؤ تو پتہ چلے گا کہ یہ عیسائیوں یا قادیانیوں

کے ویب سائٹس ہیں، وہ نام نہاد مسلمان جو حدیثِ رسول کا انکار کرتے ہیں، غلط عقیدہ رکھنے والے ہیں ا،نٹرنیٹ پر انہوں نے سینکڑوں شبہات چھوڑے ہوئے ہیں، سب نے اپنی اپنی باتیں بڑے ہی خوبصورت الفاظ اور انداز میں انٹرنیٹ پر چھوڑ رکھا ہے، کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر گمراہ فرقہ اور مذہب لوگوں کو لبھانے کے لیے اپنی تحریر اور تقریر، اور دعوت وتبلیغ کا آغاز دین کی بنیادی معلومات اور ہم خیال نقطے سے کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی بھی مذہب اور فرقے کو مقبولیت نہیں مل سکتی اور نہ لوگ اس کو مان سکتے ہیں، جب تک کہ وہ خوشنما بنا کر نہ دکھایا جائے، اس میں کوئی نہ کوئی بات عام پسند اور دل کو چھونے والی نہ ہو، اسی وجہ سے ان تمام مذاہب اور گمراہ فرقوں میں جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور دکھائی گئی جو دل پذیر اور لوگوں کو قابو میں لانے والی ہو، ہمارے نوجوان انٹرنیٹ پر بیٹھتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ کیا پڑھنا چاہیے اور کیا نہیں، کیا دیکھنا چاہیے اور کیا نہیں، کیا سننا چاہیے اور کیا نہیں، کیونکہ یاد رکھیں ہر مضمون پڑھنے، ہر بات سننے اور ہر منظر دیکھنے کے لائق نہیں ہوتا ہے، اگر ہم وہ مضمون پڑھ لیں جسے نہیں پڑھنا چاہیے اور ہمارے پاس علم کی کمی ہو تو ایک مضمون ہمارے ایمان اور عقیدے میں بگاڑ پیدا کر سکتا ہے، ایک تحریر ہی ہمارے عقیدے کو لوٹ سکتی ہے، ایک منظر ہی ہمارے دین وایمان کے لیے خطرہ بن سکتا ہے اور پیارے نبی ﷺ نے بہت ہی خوبصورت الفاظ میں اس فتنے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قیامت سے پہلے یہ حالات ہوں گے اور ایسے ایسے فتنے جنم لیں گے کہ:

" يُصبِحُ الرَّجُلُ مُؤمِنًا، ويُمسِي كَافِرًا، ويُمْسِي مُؤمِنًا، ويُصبِحُ كافِرًا"

"جو شخص صبح کو مومن تھا وہ شام ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا اور جو شام کو مومن تھا وہ صبح ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا"۔

[صحيح مسلم:١١٨]

سوچیے کہ لوگوں کا ایمان وعقیدہ اتنی تیزی کے ساتھ لٹے گا، کیوں؟ اس لیے کہ ہم انٹرنیٹ پر بیٹھے تھے تو صحیح العقیدہ اور سلیم الایمان تھے، لیکن انٹرنیٹ پر بیٹھے ہوئے ہم نے کوئی ایسا مضمون پڑھ لیا جس کا لکھنے والا گمراہ ہے ہمیں نہیں معلوم ہے اور اس کے اس مضمون کی وجہ سے ہمارے ذہن میں اللہ، رسول، دین اور قرآن کے متعلق ایسے شبہات آ گئے کہ شام کو جو کامل ایمان والا تھا صبح ہوتے ہی ان شبہات کی وجہ سے اپنا دین وایمان گنوا دیا اور اپنا عقیدہ لٹا بیٹھا، اسی طرح آج مسلم لڑکیوں کا سوشل میڈیا کے ذریعے غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ عشق ومحبت میں مبتلا ہو کر اپنے حسن وعشق کی نمائش کرنا، ان کے ساتھ فرار ہو کر اپنی زندگی کو تباہ وبرباد کر کے فتنہ ارتداد کا شکار ہونا، ان ساری فتنہ انگیزیوں کے پیچھے جو آلہ کار ہے وہ بھی سوشل میڈیا ہی ہے۔

(۶) گناہ آسان ہوگیا: سوشل میڈیا کی وجہ سے ایک بہت بڑی منفی تبدیلی یہ آئی ہے کہ گناہ بہت آسان ہوگیا ہے، آج گناہ کے لیے محنت کی ضرورت نہیں ہے، پہلے یہ تھا کہ ایک آدمی کو گناہ کے لیے بھی محنت کرنا پڑتی تھی، چھپنا پڑتا تھا، پیسہ خرچ کرنا پڑتا تھا، چلنا پڑتا تھا، سوشل میڈیا نے گناہ اور انسان کے درمیان کی یہ ساری دشواریاں اور یہ تمام فاصلے مٹا دیئے ہیں، آج گناہ بغیر محنت، بغیر پیسے اور بنا تھکے ہوتا ہے۔ پہلے گناہ تک ہم جاتے تھے آج گناہ خود ہمارے پاس چل کر آرہا ہے، سچ کہیں تو چل کر نہیں بلکہ آندھی، طوفان، اور سیلاب کی رفتا سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے ہم تک آرہا ہے، جس کے نتیجے میں گناہ کا احساس بھی ختم ہو چکا ہے اور بدلے میں اخلاقی بگاڑ پیدا ہوگیا ہے۔ ہماری نئ نسلوں، نوجوان بچوں اور بچیوں میں وہ اخلاقی بگاڑ آچکے ہیں کہ ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جوان اخلاقی بگاڑ کی ترجمانی کا صحیح حق ادا کرسکیں۔ بے حیائی کے مناظر، فحش فلمیں، فحش گانے، فحش مناظر اور فحش تصاویر جو موبائل کی اسکرین پر ہوا کرتی تھیں اب وہ ان کی عملی زندگی میں دکھائی دینے لگی ہیں، ان کی سوچ اور خیالات میں جھلکنے لگیں ہیں، نوجوان بچوں بچیوں کا آپس میں ناجائز تعلقات رکھنا اور ان سے موبائل پر باتیں کرنا بالکل معمولی سمجھا جانے لگا ہے، آج کتنے گھروں کی تباہی کے پیچھے اسی موبائل کا ہاتھ ہے، بیوی کو شوہر پر اور شوہر کو بیوی پر شک ہے کہ وہ اتنی دیر تک کس سے بات کرتا ہے یا کرتی ہے؟ کس سے چیٹنگ کرتا ہے یا کرتی ہے؟ نتیجے میں خلع اور طلاق عام ہو چکا ہے، غرضیکہ سوشل میڈیا نے گناہ کو بالکل آسان کردیا ہے۔

(۷) خلوتوں کے گناہ: سوشل میڈیا کا ایک بڑا خطرناک اثر ہمارے معاشرے پر یہ ہوا ہے کہ آج تنہائیوں کے گناہ بڑھ گئے ہیں، بظاہر باحیا نظر آنے والا شخص تنہائی میں بے حیائی کی ساری حدیں پھلانگنے والا ہوتا ہے، بھیڑ میں جس کی ایک ایک ادا سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی بو آتی ہے، مجمع میں جو پابند شریعت نظر آتا ہے وہی جب اپنے موبائل اور لیپ ٹاپ کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو اللہ رب العزت کی محرمات کو روندنے والا بن جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے:

عن ثوبان مولی رسول اللّٰہ ﷺ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: "لَأعلَمَنَّ أقوامًا من أُمَّتِي، يأتُونَ يومَ القيامةِ بحسناتٍ أمثالِ جبالِ تِهامَةَ بيضاءَ، فيَجعلُها اللّٰهُ هباءً مَنثُورًا، أما إنَّهم إخوانُكم ومِن جِلدَتِكم، ويأخُذونَ من الليلِ كما تأخُذُونَ، ولكنَّهم قومٌ إذا خَلَوا بِمحارِمِ اللّٰهِ انتهكُوها"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں اپنی امت میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں، جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو فضا میں

اڑتے ہوئے ذرے کی طرح بنا دے گا، ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے اور کھول کر بیان فرمائیے، تاکہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان میں سے نہ ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو کہ وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہی ہیں، اور تمہاری قوم میں سے ہیں، وہ بھی راتوں کو اسی طرح عبادت کریں گے، جیسے تم عبادت کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تنہائی میں ہوں گے، تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے''۔[الألبانی (ت ۱٤۲۰)، صحیح الجامع:۵۰۲۸،صحیح]

لوگوں کے درمیان موبائل، انٹرنیٹ کے استعمال کا طریقہ ہمارا کچھ اور ہوتا ہے اور تنہائی میں کچھ اور، ہم لوگوں میں حمد، نعت، تقریریں، تلاوتِ قرآن سنتے اور دیکھتے نظر آتے ہیں لیکن تنہائی میں ہم اسی موبائل کا استعمال اللہ رب العزت کی محرمات کو پامال کرنے میں کرتے ہیں۔ اکبرالہ آبادی کا ایک شعر ہے:

بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا　　　بہت مشکل ہے بچنا بادہ گلگوں سے خلوت میں

سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ ہماری تنہائیوں کا بہت بڑا امتحان ہے، آج ہمارا ایمان بالغیب انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے آزمایا گیا ہے اور یہ امتحان اس لیے ہے کہ: ﴿لِيَعْلَمَ للّٰهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ﴾

''کیونکہ اللہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ کون لوگ اللہ سے غائبانہ طور پر ڈرتے ہیں'' [المائدہ:۹٤]

ہم چند لوگوں کے درمیان اپنے عزت و وقار کو برقرار رکھ کر اور ان کی نگاہوں میں ملنے والی ذلت و رسوائی سے خود کو بچا لیتے ہیں لیکن تنہائی میں کیے ہوئے اس جرم کی وجہ سے آخرت میں جو ذلت و رسوائی ملنے والی ہے ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ للّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ لْقَوْلِ وَكَانَ للّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا﴾

''وہ لوگوں سے چھپ جاتے ہیں لیکن وہ اللہ سے نہیں چھپتے ہیں حالانکہ وہ لوگ جس وقت اللہ کو ناراض کرنے والی باتیں کرتے ہیں اس وقت وہ ان کے پاس ہوتا ہے اور اللہ ان کے تمام اعمال اور کارناموں کو اپنی نگرانی میں لیے ہوئے ہے'' [النساء:۱۰۸]

اور یاد رہے وہاں کی رسوائی نہ چند لوگوں میں ہوگی اور نہ کچھ دن کے لیے ہوگی بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے ہوگی اور وہاں ہماری رسوائی کا تماشہ دیکھنے والے چند لوگ نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کی مخلوق ہوگی، اسی لیے ہمیں اپنے ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا کرنا چاہیے اور ہمیشہ اپنے دل کو خشیتِ الٰہی سے معمور رکھنا چاہئے، جیسا کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " اتَّقِ اللّٰهِ حيثُ ما كنتَ" "جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہا کرو" [ترمذی:۱۹۷۷، حسن]

کیونکہ وہ دل و دماغ میں پیدا ہونے والے غلط جذبات اور احساسات تک کی خبر رکھنے والا اور نگرانی کرنے والا ہے، اللہ رب العزت کی نگرانی کا یہ احساس وشعور ہمیں تنہائی کی برائی سے باز رکھتا ہے حالانکہ سچائی یہ ہے کہ ہم کبھی بھی تنہا نہیں رہتے ہیں، ہمارے ساتھ کان، آنکھ، دل، زبان، ہاتھ اور پیر کی شکل میں اللہ رب العزت کے گواہ ہوتے ہیں یہ لکھنے والے ہاتھ اور پڑھنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں سب ایک دن بول بول کر گواہی دیں گے۔

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

"آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پیر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے"۔[یٰس:٦٥]

ہمارا لکھا اور دیکھا ہوا سب ہمارے نامۂ اعمال میں محفوظ ہو رہا ہے، جہاں سے صرف اسے سچی توبہ ہی مٹا سکتی ہے توبہ کے چند الفاظ اور آئندہ سے پرہیز کا عزم ہمارے پچھلے کیے ہوئے کو صاف کرسکتا ہے اور ہمیں اس رسوائی سے بچا سکتا ہے۔

(۸) جانی نقصان: آئے دن ایسے حادثات کی خبریں ہماری نظروں سے گزرتی رہتی ہیں کہ سیلفی لینے کی کوشش میں کوئی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا، کوئی ندی میں جا گرا تو کوئی ٹرین کی زد میں آ گیا۔ کئی جانباز تو ایسے ہیں کہ گاڑی بھی چلا رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کان میں بلوتوتھ اور ہیڈفون لگا کر گانے بھی سن رہے ہوتے ہیں یا گاڑی چلانے کے دوران اگر کسی کا کال یا میسیج آ جائے تو گاڑی روکے بغیر ہی ریسیو کر لیتے ہیں اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتے، ہیں آج زیادہ تر حادثات اور ایکسیڈنٹ کے پیچھے یہی وجہ ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾

"کہ تم لوگ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" [البقرہ:١٩٥]

اور لوگوں کی اس عجلت کو دیکھ کر تعجب کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کیا اس موبائل کے مالک ہم ہیں یا وہ ہمارا مالک ہے؟ کیا ہم نے اس کو اپنی ضرورت کے لیے خریدا ہے یا اس نے ہم کو خرید رکھا ہے؟ اور واقعی میں انسان جیسی عقل وشعور رکھنے والی مخلوق کے لیے بڑی ذلت ورسوائی کی بات ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیز کا غلام بن جائے، آج سوشل میڈیا ہماری زندگی کی سب سے بڑی ترجیح بن چکا ہے، زندگی جیسی قیمتی دولت کو بھی ہم نے اس کے لیے وقف کر دیا ہے۔

(۹) بداخلاقی اور شدت پسندی: سوشل میڈیا کے غلط استعمال کا ایک منفی اثر ہمارے بڑوں اور بچوں پر یہ ہوا کہ ان کے اندر بداخلاقی عام ہورہی ہے، آج کتنے والدین کو اپنے بچوں سے شکایت ہے کہ بچہ ہر چیز میں ضد اور ہٹ دھرمی پر آجاتا ہے، ہر بات کو لڑ جھگڑ کر منوانے کا عادی ہو چکا ہے، فوراً توڑ پھوڑ مچانا اور چیزوں کو بکھیرنا، چھوٹے بھائی پہ شفقت اور رحم نہ کرنا، اس کو دوڑانا، جو ہاتھ میں آئے وہ اٹھا کر مارنا، اس کے علاوہ دیگر بری عادتیں اس میں دن بدن بڑھتی جارہی ہیں لیکن ہم اگر اس کی بنیادی وجہ جاننے کی کوشش کریں تو پتہ چلے گا کہ بچے کا زیادہ تر وقت گیم کھیلنے میں گزرتا ہے۔ اب آپ ذرا سوچیے کہ جس بچے کا زیادہ وقت ایسے گیمز کے کھیلنے میں گزر رہا ہو جس میں وہ کسی کو گولی مار رہا ہے، کسی پر بم پھینک رہا ہے، کسی کو دوڑا رہا ہے اور پھر اس کو جیت اور کامیابی سمجھ رہا ہے ایسا بچہ شدت پسند اور ہٹ دھرم نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ غرضیکہ موبائل گیمز کی وجہ سے ہمارے بچوں کی غلط تربیت ہورہی ہے، آج سوشل میڈیا کی وجہ سے جو شدت پسندی اور اخلاقی گراوٹ آچکی ہے کہ اللہ کی پناہ انسانیت شرمسار ہوجائے۔ ایک زمانہ تھا کہ راہ چلتے کسی کے ساتھ اگر کوئی واردات یا کسی بھی طرح کا کوئی حادثہ پیش آجاتا تو لوگ فوراً اس کی مدد کو دوڑ پڑتے، اس کو بٹھاتے، حال دریافت کرتے، دواخانہ اور ہسپتال کی ضرورت ہوتی تو لے جاتے، اس کے گھر کا پتہ پوچھتے یہاں تک کہ بعض دفعہ اس کو اس کے گھر تک چھوڑ کر آتے تھے لیکن سوشل میڈیا اور موبائل نے لوگوں کو اتنا بے حس اور خودغرض بنادیا ہے کہ آج اگر کسی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو لوگ اس کی مدد کرنے کے بجائے اس کی ویڈیو بنانا شروع کردیتے ہیں اور ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی ویڈیو خوب وائرل ہوجائے اور چند کمنٹس اور لائک مل جائیں۔ لوگوں کا یہ رویہ دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ آج دنیا جتنی ترقی کررہی ہے انسانوں کی سوچ اتنی ہی گھٹیا ہوتی جارہی ہے، نظریہ اتنا ہی تنگ ہوتے جارہا ہے، انسان نے پرندوں کی طرح آسمانوں پر اڑنا (ہوائی جہاز) اور پانی میں مچھلی کی طرح تیرنا (کشتی) تو سیکھ لیا لیکن اب تک اسے انسانوں کی طرح زمین پر چلنا نہیں آیا۔

محترم قارئین! یہ سوشل میڈیا کے چند اہم نقصانات ہیں جس کی زد میں آج ہمارا مسلم معاشرہ آچکا ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو سوشل میڈیا کے نقصانات اور اس کے منفی اثرات سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں، ان کے موبائل میں ریچارج اور انٹرنیٹ بیلنس ڈالنے سے سب سے پہلے ان کے دل میں اللہ کا خوف اور تقویٰ ڈالیں تاکہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوں یا آنکھوں سے اوجھل رہیں ہر جگہ موبائل کے غلط استعمال سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔ اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ ہمیں اپنی تمام نعمتوں کی قدر کرنے اور اس کو صحیح راہ میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اذان پر اجرت اور
ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ کے ایک واقعہ کی تحقیق

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

قارئین! اذان پر اجرت لینے کے نقصان کے تعلق سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک واقعہ کی تحقیق پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: **حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، ثنا عَارِمٌ اَبُو النُّعْمَانِ، ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: إِنِّي لَاُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَكِنِّي اَبْغَضُكَ فِي اللّٰهِ، قَالَ: وَلِمَ؟ فَقَالَ: إِنَّكَ تُنْقِي فِي اَذَانِكَ، وَتَاْخُذُ عَلَيْهِ اَجْرًا.**

یحییٰ البکّاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں، تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لیکن میں تم سے اللہ کے لیے نفرت کرتا ہوں۔ اُس آدمی نے پوچھا کہ آپ کے نفرت کی وجہ کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اذان میں غلطی کرتے ہو اور اپنی اذان دینے پر اجرت لیتے ہو۔

(تخریج) [المعجم الكبير للطبراني بتحقيق حمدي السلفي :۱۲/۲٦٤، ح:۱۳۰٥۹، و المصنف لعبد الرزاق بتحقيق حبيب الرحمن الاعظمي:۱/٤۸۱، ح:۱۸٥۲، و شرح معاني الآثار للطحاوي بتحقيق محمد زهري النجار وغيره: ٤/۱۲۸، ح:۲۰۲۰، والاوسط في السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر النيسابوري بتحقيق صغير احمد:۳/٦۳، رقم: ۱۲۳۹]

(حکم حدیث) اِس کی سند ضعیف ہے۔

(سبب) اِس سند میں یحییٰ بن مسلم البکاء ہیں جو کہ ضعیف راوی ہیں، بعض ائمہ کرام نے آپ کو متروک قرار دیا ہے اور جمہور ائمہ کرام نے آپ کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ امام یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان رحمہ اللہ (المتوفی:۱۹۸ھ)

☆ امام عبیداللہ القواریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لم يكن يحيى بن سعيد القطان يرضى يحيى البكاء“

''امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ یحییٰ البکاء سے راضی نہیں تھے'' [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۱۸۷/۹، ت: ۷۷۵ وإسناده صحيح]

☆ امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۱ھ)

''لَيس بثقة'' ''یہ ثقہ نہیں ہے'' [سوالات الآجری للإمام ابی داؤد بتحقيق الدكتور عبد العليم: ۴۳۸/۱، رقم: ۹۲۷ وإسناده صحيح]

☆ امام ابوزرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۴ھ)

''ليس بقوى'' ''یہ قوی نہیں ہے'' [الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی: ۱۸۷/۹، ت: ۷۷۵]

☆ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۵ھ)

''هو غير ثقة'' ''یہ ثقہ نہیں ہے'' [سوالات الآجری للإمام ابی داؤد بتحقيق الدكتور عبد العليم: ۴۳۸/۱، رقم: ۹۲۷]

☆ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ)

''مَتْرُوك الحَدِيث، بَصرِى'' ''متروک الحدیث ہیں، بصری ہیں'' [الضعفاء والمتروكون بتحقيق محمود إبراهيم زايد، ص: ۱۰۹، ت: ۶۳۶]

☆ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ)

''كَانَ مِمَّن يتفرد بِالْمَنَاكِيرِ عَن الْمَشَاهِير ويروى المعضلات عَن الثِّقَات لَا يجوز الِاحْتِجَاج بِهِ''

''یہ مشہور رواۃ سے منکر روایتیں بیان کرنے میں منفرد تھا اور ثقات سے معضل روایتیں بیان کرتا تھا۔ اِس سے احتجاج کرنا جائز نہیں ہے'' [المجروحين بتحقيق محمود إبراهيم: ۱۱۰/۳، ت: ۱۱۹۲]

☆ امام ابوالفضل محمد بن طاہر الشیبانی، المعروف بابن قیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۰۷ھ)

''وَيحيى هَذَا مَتْرُوك الحَدِيث'' ''یہ یحییٰ بن مسلم البکاء متروک الحدیث ہے'' [ذخيرة الحفاظ بتحقيق الدكتور عبد الرحمٰن الفريوائی: ۱۶۶۰/۳، رقم: ۳۷۱۶]

☆ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ)

(۱) ''ضعيف'' ''ضعیف ہے'' [تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة، ص: ۵۹۷، ت: ۷۶۴۵]

(۲) ''مجمع علىٰ ضعفه'' ''اِس کے ضعف پر اتفاق ہے'' [ديوان الضعفاء بتحقيق حمادالانصاری، ص: ۴۳۸، ت: ۴۶۸۴]

☆ امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ)

(۱) ''ضعيف'' ''ضعیف ہے'' [تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة: ص: ۵۹۷، ت: ۷۶۴۵]

(۲) ”مَتْرُوكُ الحَدِيث“، ”متروک الحدیث ہیں“ [هدى السارى :ص:٤٢٧، الناشر:دار المعرفة۔بيروت]

مزید اقوال کے لیے دیکھیں:[إكمال تهذيب الكمال فى اسماء الرجال بتحقيق عادل و اسامة:٣٦٤/١٢، ت: ٥١٩٦]

میرے علم کی حد تک صرف امام ابن سعد البغدادی رحمہ اللہ نے آپ کی توثیق کی ہے، آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَكَانَ ثِقَةً إِنْ شَاءَ اللّٰهُ“، ”آپ ان شاء اللہ ثقہ تھے“[الطبقات الكبرىٰ بتحقيق محمد عبد القادر:١٨١/٧، ت:٣١٨٥]

زیرِ بحث اثر کی بابت علماء کرام کے اقوال:

(۱) امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۵ھ)

آپ رحمہ اللہ نے یحییٰ البکّاء کے ترجمے میں زیرِ بحث اثر کو ذکر کرنے کے ساتھ اور دو روایتوں کو ذکر کیا، پھر اخیر میں فرمایا:

”ويحيى البكاء هذا ليس بذاك المعروف وليس له كثير رواية“

”یہ یحییٰ البکاء معروف نہیں ہے اور نا ہی کثیر الروایہ ہے“[الكامل فى ضعفاء الرجال بتحقيق عادل و على:١٣/٩، ت:٢٠٩٧]

مزید حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی درج ذیل کتاب بھی دیکھیں۔[الدراية فى تخريج احاديث الهداية بتحقيق السيد عبد الله هاشم:١٨٩/٢]

(۲) امام ابو الفضل محمد بن طاہر الشیبانی، المعروف بابن قیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۰۷ھ)

آپ رحمہ اللہ زیرِ بحث اثر کے تحت فرماتے ہیں:**”وَيحيى هَذَا مَتْرُوكُ الحَدِيث، وَالرجل غير مَعْرُوف“**

”یہ یحییٰ بن مسلم البکاء متروک الحدیث ہے اور (ابن عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کی بات کہنے والا) آدمی غیر معروف ہے“[ذخيرة الحفاظ بتحقيق الدكتور عبد الرحمٰن الفريوائى:١٦٦٠/٣، رقم:٣٧١٦]

(۳) علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ:

لكن فى ثبوت هذا الاثر عن ابن عمر نظر لان مداره على يحيى البكاء وهو ضعيف كما فى التقريب وقد ضعفه غير ما واحد من الائمة كالنسائى والدارقطنى وقال ابن حبان:يروى المعضلات عن الثقات لا يجوز الاحتجاج به، ذكره الذهبى فى الميزان، ثم ساق له هذا الاثر عن ابن عمر.

لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اِس اثر کے ثبوت میں نظر ہے کیونکہ اِس اثر کا دار و مدار یحییٰ البکّاء پر ہے اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب میں ہے اور اِس کو کئی ائمہ کرام نے ضعیف قرار دیا ہے جیسے امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِس نے ثقات سے معضل روایتیں بیان کی ہیں اور اِس سے دلیل پکڑنا جائز نہیں ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے یحییٰ البکّاء کو ”میزان الاعتدال“ میں ذکر کیا ہے پھر اِس اثر کو اِس کے ترجمہ میں ابن عمر رضی

اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔[الثمر المستطاب فی فقه السنة والکتاب: ۱/۱۴۸، رقم: ۱۰]

(۴) شیخ حسین سلیم اسد الدارانی حفظہ اللہ:

"وهذا اثر إسناده ضعيف لضعف يحيى بن مسلم البكاء "

''اِس اثر کی سند یحییٰ بن مسلم البکّاء کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے''[فی تحقیق مجمع الزوائد للهيثمي :۴/۲۴۵، تحت الحدیث:۱۹۳۵]

(۵) شیخ محمد صبحی حسن حلاق حفظہ اللہ:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اِس اثر کو اپنی کتاب " نیل الاوطار" میں ذکر کیا، اُس پر تعلیق لگاتے ہوئے شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَيحيى هَذَا مَتْرُوك الحَدِيث قاله النسائى وقال الدارقطنى :ضعيف وقال ابن حبان : يروى المعضلات عن الثقات ، لا يجوز الاحتجاج به"

''یہ یحییٰ بن مسلم البکّاء متروک الحدیث ہے جیسا کہ امام نسائی نے کہا ہے اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اِسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِس نے ثقات سے معضل روایتیں بیان کی ہیں اور اِس سے دلیل پکڑنا جائز نہیں ہے''[فی تحقیق نیل الاوطار:۳/۲۷۵، تحت الرقم:۵۱۱]

اب چند باتیں بطور فائدہ پیش خدمت ہیں:

(فائدہ نمبر:۱) زیر بحث اثر کی طرح ضحاک بن قیس رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے لیکن وہ بھی ثابت نہیں ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق المکی الفاکہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: انا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ الْقُرَشِيِّ، وَلَيْسَ بِابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ بَلَالِ بْنِ سَعْدٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: إِنَّ مُوَذِّنًا مِنْ مُوَذِّنِي الْكَعْبَةِ لَقِيَهُ فَقَالَ: إِنِّي اُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ: لَكِنِّي اَبْغَضُكَ فِي اللّٰهِ، قَالَ: لِمَ؟، فَقَالَ: لِاَنَّكَ تَبْغِي فِي اَذَانِكَ، وَتَاْخُذُ عَلَى اَذَانِكَ اَجْرًا.**[اخبار مکة بتحقيق الدكتور عبد الملك:۲/۱۳۴، ح:۱۳۲۰]

دکتور عبدالملک حفظہ اللہ مذکورہ اثر کی بابت فرماتے ہیں:

"إسناده ضعيف، شيخ المصنف و شيخ شيخه لم اقف عليهما "

''اِس اثر کی سند ضعیف ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کے شیخ اور اُس کے شیخ کے شیخ، اِن دونوں کا ترجمہ نہیں مل سکا''

(فائدہ نمبر:۲) الاوسط لابن المنذر میں ہے:

عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ، اَنَّ ابْنَ اَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّي اُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ......[الاوسط فی السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر النیسابوری بتحقیق صغیر احمد:۶۳/۳، رقم: ۱۲۳۹]

اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اظہارِ محبت کرنے والے شخص ابن ابی محذورہ ہیں۔

لیکن سند کے دراسہ سے ابن ابی محذورہ کے نام کا ثبوت محل نظر معلوم ہوتا ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

یحیٰی البکّاء سے اِس روایت کو دو لوگوں نے روایت کیا ہے:

(۱) جعفر بن سلیمان البصری الضبی رحمہ اللہ:

امام ابوبکر عبدالرزاق بن الہمام الصنعانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى الْبَكَّاءَ يَقُولُ: رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ، وَمَعَهُ نَاسٌ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ طَوِيلُ اللِّحْيَةِ، فَقَالَ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، إِنِّي لَاُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ......[المصنف بتحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی:۴۸۱/۱، ح:۱۸۵۲]

(۲) حماد بن زید البصری رحمہ اللہ:

آپ رحمہ اللہ سے اِس روایت کو تین لوگوں نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے دو شاگردوں نے رجل کہا ہے اور ایک شاگرد نے ابن ابی محذورہ کا نام لیا ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

۱۔ محمد بن الفضل ابوالنعمان البصری رحمہ اللہ (ثقہ ثبت):

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا عَارِمٌ اَبُو النُّعْمَانِ، ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: إِنِّي لَاُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ......[المعجم الکبیر بتحقیق حمدی السلفی:۲۶۴/۱۲، ح: ۱۳۰۵۹، وإسناده صحيح إلى حماد]

۲۔ عبیداللہ بن محمد البصری رحمہ اللہ (ثقہ):

امام ابوجعفر احمد بن محمد المصری، المعروف بالطحاوی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: ثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ التَّيْمِيُّ، قَالَ: اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عُمَرَ إِنِّي اُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ...... [شرح معانی الآثار للطحاوی بتحقیق محمد زهری النجار وغيره:۱۲۸/۴، ح:۶۰۲۰ وإسناده صحيح إلى حماد]

آپ حماد سے کثرت سے روایت بیان کرنے والے ہیں۔آپ کے پاس حماد کی نو(۹) ہزار حدیثیں ہیں جیسا کہ امام ابوحاتم نے کہا ہے۔دیکھیں:[الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۳۳۵/۵، ت:۱۵۸۳]

۳۔ حجاج بن منہال البصری رحمہ اللہ(ثقۃ فاضل) :

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسا پوری رحمہ اللہ(المتوفی:۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ:ثنا حَجَّاجٌ، قَالَ:ثنا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ، اَنَّ ابْنَ اَبِی مَحْذُورَةَ ،قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّی اُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ...... [الاوسط فی السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر النیسابوری بتحقیق صغیر احمد:۶۳/۳، رقم: ۱۲۳۹،وإسناده صحيح إلى حماد]

مذکورہ تفصیل کو دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حجاج بن منہال البصری ابن ابی محذورہ کا نام لینے میں منفرد ہیں۔واللہ اعلم۔

☆ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر:۱) علامہ البانی رحمہ اللہ نے زیر بحث اثر کو ثابت قرار دیا ہے۔دیکھیں:[سلسلة الاحاديث الصحيحة :۱۰۴/۱، تحت الحدیث:۴۲]

شیخ زکریا بن غلام پاکستانی حفظہ اللہ نے زیر بحث اثر کو حسن قرار دیا ہے۔دیکھیں:[ما صح من آثار الصحابة فی الفقه:۱۹۴/۱]

راقم کہتا ہے کہ: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِس اثر کو ضعیف بھی قرار دیا ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

☆ شیخ زکریا پاکستانی حفظہ اللہ نے یحییٰ البکّاء کی موجودگی میں اِس اثر کو حسن کیوں کہا؟ اِس کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی۔

☆ زیر بحث اثر یحییٰ بن مسلم البکّاء کی وجہ سے ضعیف ہے اور یہی بات راجح ہے۔واللہ اعلم۔

(تنبیہ نمبر:۲) امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں رقمطراز ہیں:

وَاَخْرَجَ ابْنُ حِبَّانَ عَنْ يَحْيَى الْبُكَالِيِّ، قَالَ:سَمِعْت رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عُمَرَ......

امام ابن حبان نے یحییٰ البکالی کے طریق سے تخریج کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے ہوئے سنا۔۔۔[نیل الاوطار بتحقیق صبحی حسن:۲۷۵/۳، تحت الرقم:۵۱۱]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وقال الشوكانی:وقد اخرج ابن حبان عن يحيی البكاء (وفی الاصل:البكالی وهو تصحيف)**

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یحییٰ البکّاء کے طریق سے تخریج کی (اصل میں البکالی ہے اور وہ تصحیف ہے)

پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں: **الظاهر ان ابن حبان إنما اخرج اثره هذا فی کتابه (الضعفاء) لا فی (صحیحه) کما یوهم صنیع الشوکانی. والله اعلم**

ظاہر یہ ہے کہ امام ابن حبان نے اِس اثر کی تخریج اپنی ''**کتاب الضعفاء**'' میں کی ہے نا کہ اپنی صحیح میں جیسا کہ امام شوکانی کے عمل سے وہم ہوتا ہے۔[الثمر المستطاب فی فقه السنة والکتاب: ۱۴۸/۱، رقم: ۱۰]

اور شیخ محمد صبحی بن حسن حلاق حفظہ اللہ امام شوکانی رحمہ اللہ کے قول پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلم اجد الحدیث عند ابن حبان فی المجروحین: ۱۰۹/۳. ۱۱۰

میں امام ابن حبان رحمہ اللہ کی '' **کتاب المجروحین**'' میں اِس حدیث کو نہیں پا سکا۔

راقم کہتا ہے کہ مجھے بھی یہ اثر امام ابن حبان کی کتاب المجروحین میں نہیں مل سکا اور نا ہی اِس بات کا علم ہو سکا کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی کس کتاب میں اِس اثر کی تخریج کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(تنبیہ نمبر: ۳) امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ) یحییٰ بن مسلم البکّاء کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابن حماد، حَدَّثَنا عباس، عَن یَحیی، قَال: کان وکیع یروی عن شیخ له ضعیف، یُقَال له: یَحیی بن مسلم، وَهو کوفی.

ہم سے بیان کیا ابن حماد نے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا عباس الدوری نے، وہ روایت کرتے ہیں امام ابن معین رحمہ اللہ سے کہ آپ نے کہا: امام وکیع ایک ضعیف شیخ سے روایت کرتے ہیں جیسے یحییٰ بن مسلم کہا جاتا ہے اور یہ کوفی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل و علی: ۱۳/۹، ت: ۲۰۹۷]

اِس قول کا تعاقب کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**وهذا وهم منه، فإن یحیی البکاء مات سنة ثلاثین ومائة، وإنما طلب وکیع العلم بعد الاربعین ومائة، فشیخه لیس هو بالبکاء**''

یہ آپ رحمہ اللہ کا وہم ہے کیونکہ یحییٰ البکّاء کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی ہے اور امام وکیع رحمہ اللہ نے ۱۴۰ھ کے بعد علم حاصل کرنا شروع کیا ہے لہٰذا اُن کے شیخ یحییٰ بن مسلم، یہ یحییٰ بن مسلم البکّاء نہیں ہیں۔[میزان الاعتدال بتحقیق البجاوی: ۴۰۹/۴، ت: ۹۶۳۱]

(خلاصۃ التحقیق) اذان پر اجرت لینے کے نقصان کے تعلق سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

فقہ وفتاویٰ

رمضان کے روزوں کی خاطر مانع حیض دوا کے استعمال کا حکم

دکتور رفضل الرحمٰن مدنی رحمہ اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ رمضان شریف کے مکمل روزوں کو رکھنے کے لیے اور ایام حج میں ارکان حج کو وقت پر ادا کرنے کی خاطر خواتین کے لیے مانع حیض دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عورتوں کو رمضان میں حیض آتا تھا اور ان ایام میں وہ روزے نہیں رکھتی تھیں، بلکہ بعد میں قضا کرتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”كُنَّا نَحِيضُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ نَطْهُرُ، فَيَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصِّيَامِ، وَلاَ يَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّلاَةِ“

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم عورتوں کو حیض آتا تھا پھر ہم پاک ہوتیں تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔[سنن الترمذی:۷۸۷،صحیح]

اسی طرح عہد نبوی میں عورتیں حالتِ حیض میں طواف کے سوا باقی تمام ارکان حج ادا کرتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنہیں احرام باندھنے کے بعد حیض آ گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”افْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي“

”جو اعمال حاجی کرتا ہے تم بھی کرو البتہ بیت اللہ کا طواف ابھی نہیں بلکہ حیض سے پاک ہو کر غسل کرنے کے بعد کرو“[بخاری:۳۰۵،مسلم:۱۲۱۱]

اس واسطے اگر کوئی پریشانی، ضرورت یا خاص مصلحت نہ ہو تو بہتر ہے کہ رمضان کے روزوں کے ترک سے بچنے اور اعمال حج کو تمام حجاج کے ساتھ بروقت ادا کرنے کے لیے مانع حیض دوا استعمال نہ کریں، اور جیسے عہدِ نبوی میں صحابیات رسول اللہ ﷺ کے حکم سے رمضان کے روزے بعد میں قضا کرتی تھیں اور حج میں طواف بعد میں کرتی تھیں، ویسے آج کی خواتین بھی کریں، لیکن اگر کسی خاص مصلحت یا ضرورت کی بنا پر ایسی دوا استعمال کرنا چاہیں تو بعض ائمہ نے اس شرط پر کہ وہ مضر نہ ہو اس کی اجازت دی ہے۔(المغنی مع الشرح الکبیر:۱/۳۷۵) میں ہے:

رُوِيَ عَنْ أَحْمَدَ، أَنَّهُ قَالَ: ”لَا بَأْسَ أَنْ تَشْرَبَ الْمَرْأَةُ دَوَاءً يَقْطَعُ عَنْهَا الْحَيْضَ، إِذَا كَانَ دَوَاءً مَعْرُوفًا“

امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت ایسی دوا پیے جس سے حیض منقطع ہو جاتا ہے، جب یہ دوا معروف ہو“۔

اور امام مالک رحمہ اللہ نے مانع حیض دوا کے استعمال کو اس بنا پر مکروہ قرار دیا ہے کہ اس سے عورت کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔[مواجب الجلیل: ۳٦٥/۱]

بہر حال اگر ایسی دوا کے استعمال سے نقصان محقق نہ ہو تو رمضان کے مکمل روزوں کو رکھنے اور حج کے اعمال وارکان کو ان کے وقت پر ادا کرنے کے لیے اس کے استعمال کی گنجائش ہے، مگر شدید ضرورت کے بغیر استعمال نہ کرنا بہتر ہے، البتہ اگر شدید ضرورت ہو جیسے ایک عورت کو معلوم ہے کہ ایام حج میں ہی مجھ کو حیض آجائے گا اور اگر دوا استعمال نہ کروں گی تو حیض کی وجہ سے ان ایام میں طواف افاضہ نہیں کر پاؤں گی اور چودہ یا پندرہ ذی الحجہ کو فلائٹ ہے اور اس کی وجہ سے اس کو اور اس کے رفقاء کو سفر کرنے میں پریشانی ہوگی اور ممکن ہے کہ مزید رُکنے کی اجازت نہ ملے تو حالت حیض میں ہی طواف کرنا پڑے، یا بلا طواف سفر کرنا پڑے اور پھر لوٹ کر آنے اور طواف کرنے میں پریشانی ہو، یا ایسا کرنا ناممکن ہو تو ایسی صورت میں بلا کسی تکلف اور حرج کے وہ مانع حیض دوا استعمال کر سکتی ہے، البتہ ایسی دوا استعمال کرے جو مضر نہ ہو یا جس کا ضرر کم سے کم ہو۔

بقیہ صفحہ ۷ کا-----

اس مہینے کا زیادہ تر حصہ نینداور سونے کی نذر کر دیا جاتا ہے، جس ماہ کا ایک ایک پل قیمتی اور انمول ہو وہ بستروں کی نذر ہو جائے تو افسوس کا مقام ہے، رات کا جاگنا دن میں رات کی کسر پوری کرواتا ہے، فجر کے بعد نیند کا خمار ایسا طاری ہوتا ہے کہ ایک سیکنڈ بھی مسجد میں رکنا آدمی کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا ہے، کتنے لوگ ہیں جو رمضان کے نام پر دوپہر تک بستر پر پڑے ہوتے ہیں، ظہر کی نماز کے لیے بمشکل تمام بیدار ہوئے تو بعد نمازِ ظہر قرآن پڑھتے پڑھتے مسجد ہی میں دراز ہو گئے، ویسے بھی دوپہر میں لمبے قیلولے کی پرانی عادت ہے، عصر کی اذان پر چونک کر اٹھتے ہیں، عصر کے بعد ذرا گھومے پھرے تو افطار کا وقت بھی آ گیا، یہ کام بھی تو مشقت طلب ہوتا ہے، دسترخوان پر کسی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہیے اس لیے فرصت سے خریداری ہوتی ہے، یہ ہے ہماری رمضان کی لائف اسٹائل جس کے ہم عادی ہو چکے ہیں، ہم نے رمضان کو اپنے طبیعت وخواہشات کے تابع کر لیا ہے، اپنے طریقے سے ایک ایک دن ہم گزارتے ہیں، یہ ماہ عبادت اور تقویٰ کی روح سے خالی ہوتا ہے، ظاہری رکھ رکھاؤ میں ایمان کے عظیم تقاضے پیچھے رہ جاتے ہیں، لہٰذا رمضان کے عظیم مقاصد سے ہم آہنگ ہونے کے لیے ہمیں اپنی لائف اسٹائل کو بدلنا ہوگا، اپنے نفس اور خواہشات سے اوپر اٹھ کر رمضان کو برتنے کی کوشش کرنی ہوگی، عبادت اور آخرت کے پیمانے سے ناپ کر ایک ایک عمل کو برتنا ہوگا، ورنہ زندگی بھر ہم اس تقویٰ سے محروم رہیں گے جس کی تخم ریزی کے لیے رمضان ہم پر طلوع ہوا تھا۔

اسلامک انفارمیشن کا تعاون کریں۔ آئیے اس دعوتی کام میں ہمارا ساتھ دیں۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

”اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے،
نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبردار بندوں میں سے ہوں“؟ (سورہ فصلت:۳۳)

اسلام واٹس اپ ہیلپ لائن
8080801882
8080807836

اسلام فون ہیلپ لائن
8080801882
8080807836

دعوہ ڈیسک وِزیٹر
(کرلا، اندھری)

تحریری فتویٰ

گھریلو جھگڑوں کی کاؤنسلنگ

ہفتہ واری اجتماعات

جمعرات شب زوم کانفرنس

zoom
آن لائن کورسیز و دروس زوم ایپ پر

Online University
آئی آئی سی او یو
ic Online University

سوشل میڈیا
@ iic mumbai

فری قرآن تقسیم

ماہانہ میگزین ”اہل السنہ“

ماہانہ راشن کٹ کی تقسیم

میڈیکل ہیلپ

Misbah
خواتین کا تعلیمی و دعوتی شعبہ

Suffah Islamic Classes
بچوں کے لئے صفہ اسلامک کلاسیز

کتابوں اور پمفلیٹ کی طباعت

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

اسلامک انفارمیشن سینٹر کا تعاون کریں۔ آیئے اس دعوتی کام میں ہمارا ساتھ دیں۔

الحمدللہ اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی، ہندوستان کا ایک معروف دعوتی ادارہ ہے جو پچھلے سترہ سالوں سے مستند علمائے کرام کی نگرانی میں دعوتی میدان میں اپنی خدمات انجام دے رہا ہے، اس ادارہ کے مختلف دعوتی شعبے ہیں، ادارہ زمینی سطح سے لے کر شوشل میڈیا وانٹرنیٹ تک، انفرادی اور اجتماعی، سماج کے ہر طبقہ بچے جوان، مرد اور خواتین کے سامنے اسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر پیش کرنے، اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا رد اور اسلام کے متعلق شکوک وشبہات کو دور کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔

☆ ماہانہ تعاون 500 / 1000 ☆ سالانہ تعاون 2000 / 5000 ☆ خصوصی تعاون 10000

AAJ HI DONATE KAREN

ICICI BANK
Account Name : ILM FOUNDATION (Savings),
Account No. : 102801002071 | IFSC : ICIC0001028,
Branch : Andheri Link Road Mumbai,

For Transfer Through PayTm No. 8291063765

For Transfer Through UPI

Contact or WhatsApp :
+91 9773112909, +91 8291063785, +91 8291063755

| Kurla : 8080807836 | Andheri : 8080801882 | Sakinaka : 7710007943

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post